تراویح کی تعداد پر ایک عمدہ تحقیق بنام

تراویح ایک جائزہ

مؤلف

مفتی محمد نظام مصباحی ازہری

صراط پبلیکیشنز
www.siraatpublications.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تراویح کی تعداد پر ایک عمدہ تحقیق

بنام

تراویح ایک جائزہ

مؤلف

مفتی محمد نظام مصباحی ازہری

بریلی شریف، یوپی

ناشر

صراط پبلیکیشنز

www.siraatpubkications.com

© جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

نام	تراویح ایک جائزہ
مصنف	مفتی محمد نظام مصباحی ازہری
صفحات	63
پہلا ایڈیشن	2025ء
ناشر	صراط پبلیکیشنز

SIRAAT PUBLICATIONS

+919927187748 +919927187748

Siraat Publications Siraat Studio

www.siraatpublications.com

فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
1	پیش لفظ	5
2	مقدمہ	7
3	مسئلہ رکعات تراویح	12
4	لفظ تراویح کا معنی ومفہوم	13
5	تراویح سنت مؤکدہ علی العین ہے۔	13
6	تراویح کا آغاز کب، اور کیسے ہوا؟	14
7	تراویح کی ابتدا یوں ہوئی۔	14
8	زمانۂ فاروقی میں تراویح کی صورت حال	16
9	تراویح مسجد میں باجماعت افضل ہے یا گھر میں تنہا؟ اختلاف علما	19
10	تعداد رکعات تراویح اور مذاہب اربعہ	19
11	مذہب شوافع	19
12	مذہب مالکیہ	20
13	اہل مدینہ کے چھتیس رکعت تراویح پڑھنے کی وجہ	21
14	مذہب حنابلہ	22
15	شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف	23

16	مذہب احناف	23
17	حاصل کلام	24
18	بیس رکعت تراویح کا ثبوت	25
19	بیس رکعت تراویح پر اجماع صحابہ	30
20	آٹھ رکعت تراویح کے دلائل اور ان کا جواب	32
21	مخالفین کی پہلی دلیل	33
22	تہجد اور تراویح میں فرق	35
23	بیس رکعت تراویح پر اجماع امت	37
24	مخالفین کی دوسری دلیل	39
25	بیس رکعت تراویح کی احادیث پر اعتراضات اور ان کے جوابات	44
26	غیر مقلدین کے یہاں اقوال و افعال صحابہ حجت نہیں	52
27	اگر حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مراد تراویح ہو تب بھی آٹھ میں انحصار باطل ہے	54
28	تراویح کے آٹھ رکعت میں منحصر نہ ہونے پر آپ کے گھر کی دلیل	57
29	الحاصل	59
30	نصیحت آموز لطیفہ	59
31	مصادر و مراجع	60

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین، وعلی آله وأصحابه أجمعین.

نماز تراویح جو اللہ رب العزت کی عبادت اور تقرب کے لیے، رمضان المبارک کی راتوں میں ادا کی جاتی ہے، اسلامی تاریخ میں ایک اہم عبادت سمجھی جاتی ہے۔ اس نماز کا مقصد نہ صرف قرآن مجید کی تلاوت کا حق ادا کرنا ہے بلکہ روزے کی حالت میں نفس کی تطہیر اور قلبی تزکیہ بھی مقصود ہے۔

تراویح بیس رکعت ہیں۔ اور اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ کرام نے اجماع کرلیا تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعت تراویح پر امام کے پیچھے جمع فرمایا تو کسی نے انکار نہ کیا۔ ایک گروہ نے اس میں اختلاف کیا۔ اور کہا کہ تراویح آٹھ رکعت ہے۔ یہ اختلاف بعض اوقات امت کے اندر بحث ومباحثہ اور افتراق و اختلاف کا باعث بھی بنا ہے۔

اس کتاب کا مقصد اس اہم موضوع پر مکمل اور مفصل تحقیق پیش کرنا ہے، تاکہ قارئین کے سامنے اس مسئلہ کی حقیقت واضح ہو سکے۔ اس کتاب میں نہ صرف احادیث مبارکہ اور آثار صحابہ کی روشنی میں دلائل کا تجزیہ کیا گیا ہے، بلکہ تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں تراویح کی نماز کی ادائیگی کے طریقوں کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔

کتاب میں تراویح کی نماز کی فضیلت، اس کا مقام اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ کرام

رضوان اللہ اجمعین میں کس اہتمام کے ساتھ نماز تراویح ادا کی جاتی تھی۔

تراویح کی رکعات کی تعداد پر علمی و تحقیقی مباحث پیش کیے گئے ہیں، یہاں آٹھ رکعت والی احادیث کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے، نیز بیس رکعت والی احادیث پر ہونے والے شبہات کا دلائل کی روشنی میں ازالہ کیا گیا ہے۔

اس باب میں مختلف فقہی مکاتب فکر مثلاً حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کے مواقف اور دلائل کو بھی پیش کیا گیا ہے، یہاں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ان علمائے کرام نے تراویح کی تعداد کو کس طرح سنت واجتہاد کے اصولوں کے مطابق سمجھا ہے اور عمل کیا ہے۔

اور تراویح کی نماز کے بیس رکعت ہونے پر اجماع صحابہ بلکہ اجماع امت کو دلائل کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ یہ مختصر رسالہ نہ صرف علمائے کرام اور طلبائے عظام کے لیے مفید ثابت ہوگا، بلکہ عام قارئین کے لیے بھی راہنما ثابت ہوگا۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس مختصر سے رسالے کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

نوٹ: قارئین اگر دوران مطالعہ کسی بھی قسم کی غلطی یا چوک پر مطلع ہوں تو ضرور رہنمائی فرمائیں:

والسلام۔

محمد نظام مصباحی

۲، ستمبر، ۲۰۲۴

مقدمہ

باسمہ تعالیٰ وتقدس

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اللذین انتھجوا منھجہ وسلکوا مسلکہ فبلغوا ما سمعوا واجمعوا علی ان عدد الرکعۃ فی صلوٰۃ اللیلۃ عشرون وعلیٰ کل من اقتفیٰ سنن النبی ﷺ وآثار الصحابۃ الکرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم من الائمۃ العظام والمحدثین الکبار وبعد!

یوں تو سال اور سال کے باروں مہینے اور ان مہینوں کے تمام ایام اللہ رب العزت کے بنانے سے ہیں مگر پروردگار نے فضیلت اور قبولیت کے معاملہ میں بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے چنانچہ در بارے فضیلت رمضان المبارک سب سے زیادہ فضیلت کا حامل ہے اس کی فضیلت کی وجہ مختلف الجھات ہے اہل ایمان مرد وعورت اس کے دنوں میں روزہ رکھتے ہیں اور اس کی راتوں میں فرائض کے علاوہ تراویح اور سحری کے ذریعہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا ہو کر بفضل رب العزت اپنے نامہ اعمال میں دیگر مہینوں کے مقابل کئی گنا حسنات کا اندراج کروا لیتے ہیں۔

ماہ رمضان المبارک کی ایک اہم ترین عبادت نماز تراویح ہے جس کی احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین میں بڑی فضیلت آئی ہے چنانچہ مصنف بہار شریعت حضرت علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در مختار وغیرہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں ’’تراویح مرد وعورت سب کے لئے بالاجماع سنت موکدہ ہے اس کا ترک جائز نہیں، اس پر خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے مداومت فرمائی اور نبی

ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''میری سنت اور سنت خلفائے راشدین کو اپنے اوپر لازم سمجھو'' (جامع ترمذی) اور خود حضور ﷺ نے بھی تراویح پڑھی اور اسے بہت پسند فرمایا چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، ارشاد فرماتے ہیں۔'' جو رمضان میں قیام کرے ایمان کی وجہ سے اور طلب ثواب کرنے کے لیے اس کے اگلے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے'' پھر اس اندیشہ سے کہ امت پر فرض نہ ہو جائے ترک فرمائی۔

دربارے قیامِ جماعت تراویح صحیح مسلم کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں'' پھر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان میں ایک رات مسجد کو تشریف لے گئے اور لوگوں کو متفرق طور پر نماز پڑھتے پایا کوئی تنہا پڑھ رہا ہے، کسی کے ساتھ کچھ لوگ پڑھ رہے ہیں، فرمایا: میں مناسب جانتا ہوں کہ ان سب کو ایک امام کے ساتھ جمع کر دوں تو بہتر ہو، اس طرح سب کو ایک امام حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اکٹھا کر دیا پھر دوسرے دن تشریف لے گئے ملاحظہ فرمایا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں فرمایا'' **نعمة البدعة هٰذه**'' یہ اچھی بدعت ہے'' (رواہ اصحاب السنن)

تعدادرکعتِ تراویح کے حوالے سے فرماتے ہیں'' جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور یہی احادیث سے ثابت ہے بیہقی نے بسند صحیح سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ لوگ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ اور عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد میں بھی یوہی تھا اور موطا میں یزید بن رومان سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں

تئیس رکعتیں پڑھتے بیہقی نے کہا اس میں تین رکعتیں وتر کی ہیں اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھائے نیز نماز تراویح کے بیس رکعت ہونے میں یہ حکمت ہے کہ فرائض وواجبات کی اس سے تکمیل ہوتی ہے اور کل فرائض وواجبات کی ہر روز بیس رکعتیں ہیں، لہذا مناسب ہوا کہ یہ بھی بیس ہوں کہ مکمَل اور مکمِل برابر ہوں۔'' (بہار شریعت جلد اول حصہ چہارم ص ۶۸۸ / ۶۸۹)

مسئلہ تراویح زیر نظر ہے جس کی فضیلت واہمیت اور اس کے رکعت کی تعداد کے بیس ہونے کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلفائے راشدین، کبار صحابہ کرام کے عمل واجماع اور ائمہ اربعہ کے اتفاق سے ثابت ہے اور خیر القرون سے اب تک جمہور امت کا اس پر اجماع اور ان کا اسی پر عمل رہا ہے کہ نماز تراویح کی بیس رکعتیں ہیں اور ساتھ ہی صریح وصحیح احادیث اور کلمہ تراویح کی لغوی جہت سے بھی یہی ثابت ہے مگر ہوائے نفس کا پرستار ایک نو جائدہ فرقہ جو اپنے آپ کو اہل حدیث بتاتا ہے اور اتباع حدیث کے بلند بانگ دعوے کرتے پھرتا ہے ہر مسئلہ میں بخاری اور مسلم سے سند لانے کی بات کرتا ہے وہ نماز تراویح کی تعداد رکعت کے معاملہ میں خود رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے عمل اور جمہور امت کے اجماع کے خلاف نماز تراویح کے بیس رکعت ہونے کے بجائے آٹھ رکعت ہونے کا قائل ہے اور اس مسئلہ میں ہر خشک وتر، رطب ویابس اور ضعیف وسقیم روایت کو بطور استدلال پیش کرتا ہے اور اس راہ میں وہ اپنے ہم خیال مولیوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا اور معاذ اللہ صحابہ کبار وعظام کے عمل اور اجماع کے خلاف جاتا ہے اور ان کو خاطی قرار دیتا ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ یہ فرقہ جو اپنے آپ کو اہل حدیث بتاتا ہے یہ قرآن وحدیث کے بجائے اپنی خواہشات کا غلام ہے دین کے معاملہ میں اور ہر شرعی مسئلہ میں تن آسانی کا طلب گار رہتا ہے اور اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے ضعیف سے ضعیف روایت بسر وچشم قبول کر لیتا ہے اور دوسروں سے اپنی تنگ نظری کے سبب بخاری اور مسلم سے سند لانے کی بات کرتا ہے اور اس سے کم پر راضی نہیں ہوتا ہے۔

زیر نظر رسالہ ''تراویح ایک جائزہ'' جو میرے عزیز جواں سال عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد نظام احسنی مصباحی ازہری صاحب کی کاوشوں کا نتیجہ ہے فقیر نے رسالے کا از اول تا آخر بنظر غائر مطالعہ کیا ہے ماشاء اللہ عزوجل یہ رسالہ اپنے عنوان کے حوالے سے نہایت معرکۃ الآرا ہے۔ مفتی صاحب نے اس میں کافی مضبوط و مستحکم دلائل سے صلوٰۃ اللیل (نماز تراویح) کی بیس رکعت ہونے کو ثابت کیا ہے اور فرقہ اہل حدیث کی جم کر خیریت لی ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ نماز تراویح صرف آٹھ رکعت ہے اس سلسلہ میں نو جائدہ فرقے کی پیش کردہ دلائل کے حصے بخرے کئے ہیں اور از روئے فن ولغت اس کی مضبوط گرفت فرمائی ہے بہر حال رسالہ مسئلہ دائرہ کے حوالے سے کافی مفید اور دلائل سے پر ہے ساتھ ہی اقوال سلف وخلف اور مستند روایات کی روشنی میں مخالف کے موقف کے لیے بیخ کن ہے۔ زہے قسمت اگر قبول گردد!

رسالہ کے مرتب حضرت مولانا مفتی محمد نظام احسنی مصباحی ازہری صاحب نے خدا کے دینے سے مطالعہ کا ستھرا ذوق پایا ہے وہ اپنے اوقات کے قدرداں ہیں لکھنے پڑھنے کے جذبہ اشتیاق کے ساتھ چیدہ مسائل پر خامہ فرسائی ان کی علم دوستی کا مظہر ہے، مارہرہ مطہرہ

مقدسہ کے روحانی چھاؤں میں رہ کر خانقاہ شریف کے معروف ومشہور جامعہ، جامعہ احسن البرکات میں تعلیم حاصل کی پھر برصغیر کی عظیم درسگاہ جامعہ اشرفیہ سے تخصص کیا اور اب اعلیٰ علوم کے لیے عالم اسلام کی سب سے عظیم یونیورسٹی جامع ازہر مصر میں ہیں اللہ رب العزت ان کی پرخلوص خدمت دینی کو قبول فرما کر مقبول بین الانام بنائے اور ان کو مزید کی توفیق بخشے اور ان جیسوں کی کثرت فرمائے۔آمین یارب العالمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

احقر العباد

ضیاءالحق برکاتی مصباحی

استاذ: الجامعۃ الغوثیہ عربی کالج اترولہ، بلرام پور (یوپی)

مسئلہ رکعات تراویح

نماز تراویح سنت ہے جس کا ثبوت متعدد احادیث کریمہ اور آثار صحابہ سے ہے، عربی میں اس کو صلاۃ اللیل کہا جاتا ہے، جس طرح دوسرے مہینوں کے بالمقابل ماہ رمضان کی فضیلت ہے یوں ہی اس ماہ میں عبادت کی بھی بہت فضیلت ہے،

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ماہ مقدس میں خصوصی طور پر نماز کی ترغیب دیتے تھے۔

بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ فِيهِ بِعَزِيمَةٍ فَيَقُولُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

(رواه الشيخان في صحيحهما)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک میں قیام کی ترغیب دیتے تھے لیکن پختہ عزم کے ساتھ قیام کا حکم نہ دیتے تھے، آپ فرماتے تھے: جس نے ایمان اور اجر و ثواب کی نیت سے رمضان المبارک میں قیام کیا تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

لیکن زیر بحث یہ مسئلہ ہے کہ نماز تراویح کتنی رکعت ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے کتنی رکعت ثابت ہے آیا آٹھ رکعات تراویح ثابت ہے یا بیس یا اس کے علاوہ؟ غیر مقلد جو کہ خود کو اہل حدیث کہتے ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے آٹھ رکعت تراویح ثابت ہے جبکہ سوائے اس مختصر ٹولی کے تمام ائمہ سلف و خلف اور خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے بیس رکعت کا ثبوت فراہم ہے۔

اب اس مسئلہ کو تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے جس سے اہل علم وفہم پر روشن ہو جائے گا کہ حق کس جانب ہے اور صرف نام رکھ لینے سے کوئی اہل حدیث نہیں ہو جاتا، جب تک عمل بالحدیث کا دامن ہاتھ میں نہ ہو۔

لفظ تراویح کا معنی ومفہوم

لفظ تراویح، ترویحہ کی جمع ہے اور استراحت (آرام) کے معنی میں ہے۔ علما کی اصطلاح میں راتوں میں چار رکعت کے بعد ماہ رمضان المبارک کے ترویحہ کو "ترویحہ" اس لئے کہا جاتا کہ اس میں ہر چار رکعت کے بعد آرام کیا جاتا ہے۔

القاموس المحیط میں ہے: ترویحۃ شھر رمضان سمیت بھا لاستراحۃ بعد کل اربع رکعات.

یعنی ترویحہ ماہ رمضان میں نماز میں ہوتا ہے اس لیے ہر چار رکعت کے بعد آرام کرتے تھے، یہ امر متفق علیہ ہے کہ تراویح سے وہی قیام اللیل یا صلوٰۃ اللیل مراد ہے جس کی ترغیب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیتے تھے اور امام نووی نے اس پر جزم کیا ہے کہ تراویح قیام اللیل کا ہی نام ہے۔

تراویح سنت مؤکدہ علی العین ہے

تراویح کی مشروعیت پر امت کا اجماع ہے سوائے روافض کے کسی نے انکار نہیں کیا، ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ سنت مؤکدہ علی العین ہے اور اس کی صراحت کتب ائمہ اور کتبِ فتاوی میں موجود ہیں۔

"البرہان" میں ہے " أجمعت الأمة علی شرعیة التراویح وجوازھا ولم ینکر

أحد من أهل القبلة الا الروافض" [اوجز المسالک، ج:۳، ص:۵۱۵]

ترجمہ: تراویح کی مشروعیت اور اس کے جواز پر امت کا اجماع ہے اور اہل قبلہ میں سے سوائے روافض کے اس کا کوئی منکر نہیں۔

"الاختیار" میں ہے کہ امام ابو یوسف نے امام اعظم ابوحنیفہ سے تراویح، اور جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا، اس کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے اور حضرت عمر فاروق نے اپنی جانب سے یہ حکم نہ دیا اور نہ ہی وہ اس کے موجد ہیں۔ بلکہ ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ اس کی اصل ثابت ہے۔

تراویح کا آغاز کب، اور کیسے ہوا؟

سن ۲، ہجری میں روزے فرض ہوئے اسی وقت سے تراویح کی مشروعیت ہوئی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ترغیب بھی دیتے تھے۔

تراویح کی ابتدا یوں ہوئی

بخاری و مسلم کی حدیث پاک ہے، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ رمضان میں درمیان شب مسجد میں تشریف لے گئے اور بعض صحابہ کرام کو نماز پڑھائی، جب صبح ہوئی تو لوگ آپس میں اس نماز کا تذکرہ کرنے لگے، پھر اگلی شب اور زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور ان کو نماز پڑھائی، جب اگلی صبح ہوئی تو لوگ اور بھی اس کا ذکر کرنے لگے۔ اور تیسری شب میں اور بھی زیادہ تعداد میں لوگ جمع ہوئے، اس شب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور نماز

پڑھائی،اب جب چوتھی شب آئی تو اتنی زیادہ تعداد میں لوگ آ گئے کہ مسجد تنگ پڑ گئی اوراس میں جگہ نہ رہی، اب اس شب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف نہ لائے یہاں تک کہ لوگ ''الصلاۃ،الصلاۃ'' کی ندا لگانے لگے اس کے باوجود بھی آپ تشریف نہ لائے،اس کے بعد جب نماز فجر کا وقت ہوا،آپ تشریف لائے اور لوگوں کو نماز فجر پڑھائی،بعد فراغت لوگوں کی جانب متوجہ ہوکر فرمایا:

"أما بعد" فانه لم يخف عَلَيّ شأنكم ولكني خشيت أن تفرض عليكم صلاة الليل فتعجزوا عنها۔

ترجمہ: حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ تمہارا حال مجھ پر مخفی نہیں لیکن مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ صلاۃ اللیل تم پر فرض نہ ہو جائے،اور پھر تم اس سے عاجز آ جاؤ گے۔

سنن ابوداؤد،اور مسند احمد کی روایت ہے: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ابوذر،ودیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی مروی ہے:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ماہ رمضان کے روزے رکھے پس ان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کو نماز نہ پڑھائی (صلاۃ اللیل) یہاں تک کہ رمضان المبارک کے سات روز باقی رہ گئے،جب ساتویں شب آئی تو آپ تشریف لائے اور ہم لوگوں کو نماز پڑھائی یہاں تک کہ ایک تہائی حصہ گزر گیا پھر چھٹی شب کو نماز نہ پڑھائی،جب پانچویں شب آئی تو تشریف لائے اور نماز پڑھائی یہاں تک کہ نصف شب گزر گئی،اس کے بعد چوتھی شب بھی آپ تشریف نہ لائے،جب تیسری شب آئی تو آپ اپنے اہل وعیال کے ساتھ تشریف لائے اور ہم لوگوں کہ نماز پرھائی یہاں تک

کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں فلاح نہ چھوٹ جائے، عرض کی کہ فلاح کیا ہے؟ فرمایا: سحری، اس کے بعد باقی ایام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو نماز (صلاۃ اللیل) نہ پڑھائی۔

[سنن ابی داؤد، ج: ۵، ص: ۲۷۹ رقم الحدیث: ۱۳۷۵، باب قیام شہر رمضان]

تابعی جلیل حضرت محمد بن مسلم بن شہاب زہری مدنی (وصال: ۱۲۴ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”فتوفی رسول الله عليه وسلم والامر على ذلك ثم كان الامر على ذلك في خلافة أبي بكر و صدراً من خلافة عمر رضي الله عنهما“

[صحیح البخاری ج۳ص، ۳۳، باب فضل من قام رمضان، رقم الحدیث ۲۰۰۹]

ترجمہ: اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے اور معاملہ یہی رہا اور پھر خلافت ابوبکر و خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی ایام تک یہی معاملہ رہا۔

زمانۂ فاروقی میں تراویح کی صورت حال

بخاری شریف کی حدیث پاک ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عبد قاری سے مروی ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ. فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ. قَالَ عُمَرُ: نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ.

[صحیح البخاری ج:۳۔ ص: ۴۵ ۲ کتاب: باب فضل من قام رمضان، رقم الحدیث ۲۰۱۰]

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن بن عبد قاری کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان المبارک کی ایک شب مسجد کی طرف نکلا، تو دیکھا کہ لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ کوئی اپنی الگ پڑھ رہا ہے، تو کوئی نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے ساتھ چند لوگ پڑھ رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اگر تم سب کو ایک ہی قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو یہ زیادہ بہتر رہے گا، پھر آپ نے اس کا عزم فرمایا، اور سب کو حضرت ابی بن کعب کے پیچھے جمع فرمادیا۔

عبد الرحمن بن عبد قاری کہتے ہیں کہ جب اگلی شب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری (ابی بن کعب) کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے، اور رات کا وہ حصہ جس میں لوگ سو جاتے ہیں اس حصہ سے افضل ہے جس میں یہ نماز پڑھتے ہیں، آپ کی مراد رات کا آخری حصہ تھا کیونکہ لوگ رات کے شروع میں ہی نماز پڑھ لیتے تھے۔

غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں ہے: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح کا یہ حکم اس حدیث سے اخذ کیا جو مجھ سے سنی ہے، لوگوں نے عرض کی، اے امیر المومنین! وہ کونسی حدیث ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے عرش کے کنارے ایک مخصوص مقام ہے جسے حظیرۃ القدس کہا جاتا ہے اور یہ نور کا ہے، اس میں بے شمار ملائکہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے، ہمہ وقت

اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے، ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں رکتے ہیں۔ جب رمضان المبارک کی راتیں آتی ہیں تب یہ اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر زمین پر اترتے ہیں اور اولاد آدم کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، لہذا جو بھی ان سے مس ہو جائے یا وہ جس سے مس ہو جائیں تو وہ ہمیشہ کے لیے نیک بخت ہو جاتا ہے، اس کے اوپر کبھی بدبختی طاری نہیں ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تب تو ہم اس بات کے زیادہ حق دار ہیں پھر آپ نے لوگوں کو تراویح کے لئے جمع کیا اور اسے سنت قرار دیا، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کی ایک شب کو نکلے تو مسجدوں سے تلاوتِ قرآن کی آواز سنی تو فرمایا: "نور اللہ قبر عمر کما نور مساجد اللہ بالقرآن"

یعنی اللہ پاک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو منور فرمائے جس طرح کہ انھوں نے قرآن پاک کی تلاوت سے مسجدوں کو منور فرما دیا۔

(غنیۃ الطالبین: ج، ۲: ص: ۵۶۵، فضل: صلاۃ التراویح)

تراویح مسجد میں جماعت کے ساتھ افضل ہے یا گھر میں تنہا؟

اختلاف علما

علما کا اس تعلق سے اختلاف ہے کہ تراویح مسجد میں باجماعت پڑھی جائے یا گھر میں تنہا تنہا؟

امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا: اس بارے میں امام شافعی اور ان کے اصحاب، امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور بعض مالکی کا کہنا ہے کہ افضل یہ ہے کہ تراویح جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کی جائے، اس پر ان حضرات کی دلیل حضرت عمر فاروق اور دیگر صحابہ کرام کا عمل ہے کہ وہ حضرات تراویح کو جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرتے تھے، نیز یہ بھی کہ مسلسل امت مسلمہ کا اس پر عمل بھی رہا ہے اس لیے کہ یہ فعل شعائر اسلام سے ہے گویا کہ یہ نماز عید کے مثل ہو گیا۔

اس کے برخلاف امام مالک، امام ابو یوسف اور بعض شافعیہ کا کہنا ہے کہ افضل یہ ہے کہ تراویح گھر میں تنہا تنہا پڑھی جائے، ان کی دلیل یہ ہے کہ نمازِ فرض کے علاوہ تمام نمازوں کے بارے میں افضل گھر میں ہی پڑھنا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

"افضل الصلاۃ صلاۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ"

(شرح مسلم: ج:4، ص: ۳۹: باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح)

تعداد تراویح اور مذاہب اربعہ

مذہب شوافع

امام شافعی رضی اللہ عنہ اور آپ کے متبعین کا قول یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت سنت ہے، شوافع

میں سے کسی نے اس بارے میں الگ کوئی قول نہیں کیا سبھی اس امر پر متفق ہیں امام نووی نے "المجموع شرح مھذب" میں فرمایا :صلاۃ التراویح سنۃ باجماع العلماء ومذهبنا أنها عشرون ركعة بعشر تسليمات.

[المجموع شرح المهذب، ج: ۴، ص: ۳۱]

ترجمہ: نماز تراویح باجماع امت سنت ہے، اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت دس سلاموں کے ساتھ پڑھی جائیں، خودامام شافعی رضی اللہ عنہ نے اپنی" کتاب الام " میں اپنا مذہب بیان فرمایا، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:ورأيتهم بالمدينة يقومون بتسع وثلاثين واحب الى عشرون لانه روى عن عمرو كذلك يقومون بمكة ويوترون بثلاث.

(الام، باب ما جاء في الوتر بر كعة واحدة 2 ار ص ۱٦۲)

ترجمہ: آپ نے فرمایا: میں نے مدینہ والوں کو دیکھا کہ وہ تراویح انتالیس رکعت ہیں لیکن میرے نزدیک بیس رکعت زیادہ ہیں اور یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اسی طرح (بیس رکعت) اہل مکہ پڑھتے ہیں اور تین رکعت وتر پڑھتے ہیں۔

اس کے علاوہ فقہ شافعی کی تمام کتب میں بیس رکعت کی صراحت موجود ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بلا اختلاف شوافع کے نزدیک تراویح بیس رکعت ہے۔

مذہب مالکیہ:

امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک تراویح چھتیس رکعت ہے اور یہی آپ کے متبعین اور اہل مدینہ کا موقف ہے

علامہ ابن قُدامہ مَقدسی حنبلی کی "المغنی" میں ہے :"وقال مالك:"ست و

ثلاثون رکعة، یعنی امام مالک نے فرمایا کہ تراویح چھتیس رکعت ہیں۔

"المدونہ" میں ہے کہ امام مالک نے فرمایا: امیر نے میرے پاس ایک شخص بھیجا کہ میں رمضان المبارک کے قیام میں رکعات کی تعداد کو اس سے کم کردوں جتنی اہل مدینہ پڑھتے تھے۔ ابن قاسم کا بیان ہے کہ اس وقت اہل مدینہ وتر کو ملا کر انتالیس رکعت اور وتر کو چھوڑ کر چھتیس رکعت پڑھتے تھے۔ تو امام مالک نے اس کو منع کر دیا اور فرمایا: میں نے لوگوں کو اسی حکم پر عمل کرتے دیکھا ہے اور یہ تو امر قدیم ہے جس پر پہلے سے ہی اہل مدینہ عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔

(المدونہ، ج، ۱، ص، ۲۸۷ - في قيام رمضان)

اہل مدینہ کے چھتیس رکعت تراویح پڑھنے کی وجہ

امام مالک چھتیس رکعت کے قائل تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا قیام مدینہ منورہ میں تھا اور اہل مدینہ چھتیس رکعت پڑھتے تھے، اب رہی یہ بات کہ اہل مدینہ چھتیس رکعت کیوں پڑھتے تھے؟۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مکہ والوں کی برابری کرنا چاہتے تھے۔ مکہ والے ہر دو ترویحوں کے درمیان سات دفع بیت اللہ شریف کا طواف کرتے اور دو رکعت نماز طواف ادا کرتے تھے، مدینہ والوں نے اس کی جگہ چار رکعت مقرر کرلیں، اور اب یہ ان کی برابری کرنے کے لیے چھتیس رکعت تراویح پڑھتے تھے، اسی عمل کی وجہ سے امام مالک بھی چھتیس رکعت ہی پڑھتے تھے، ورنہ تو خود امام مالک نے اپنی مؤطا میں روایت نقل کی کہ حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ تراویح اہل مدینہ کے یہاں بھی بیس رکعت ہیں البتہ

وہ صرف اہل مکہ سے برابری کرنے کے لئے بیس رکعت تراویح میں مزید اضافہ کرتے تھے۔

مذہب حنابلہ:

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی تراویح سنت مؤکدہ اور بیس رکعت ہے یہی موقف آپ کے متبعین کا ہے اور اب تک سب اسی پر عمل پیراں ہیں۔

المغنی، میں ہے "قیام شہر رمضان عشرون رکعة یعنی صلاة التراویح، و اول من سنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمختار عند ابی عبد اللہ فیہا عشرون رکعة.

(ج: ۲، ص، ۱۲۲ مسئلة یفصل رکعة الوتر)

ترجمہ: ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں: ماہ رمضان میں قیام (یعنی نماز تراویح) بیس رکعت ہے یعنی نماز تراویح اور اس کو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاری فرمایا۔

اس کے بعد کہتے ہیں کہ امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت تراویح کو ہی اختیار فرمایا ہے۔

"نیل المآرب" میں ہے "التراویح سنة مؤکدة وھی عشرون رکعة عند اکثر اھل العلم" (نیل المآربج: ۱، ص، ۱۴)

ترجمہ: تراویح سنت مؤکدہ ہے، اور اکثر اہل علم کے نزدیک یہ بیس رکعت ہے۔

اس کے علاوہ فقہ حنبلی کی بہت سی کتابوں میں اس کی صراحت ہے۔ "المغنی" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی ذکر ہے کہ "انہ امر رجلا ان یصلی رمضان بعشرین رکعة" یعنی حضرت: علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں بیس رکعت تراویح

پڑھائے، اس کے بعد ابن قدامہ نے فرمایا: یہ امر اجماع کی طرح ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا موقف:

قطب ربانی غوث صمدانی حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ رضی اللہ عنہ کا موقف بھی وہی ہے جو تمام ائمہ اور سلف وخلف اور صحابہ کرام کا موقف ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ بیس رکعت ہے، آپ اپنی کتاب ''غنیّۃ الطالبین'' میں فرماتے ہیں: صلاۃ التراویح سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھی عشرون رکعۃ یجلس عقیب کل رکعتین ویسلم فھی خمس ترویحات کل اربعۃ منھا ترویحۃ.

(ج: ۱، ص: ۵۶۴، فصل صلاۃ التراویح)

ترجمہ: نماز تراویح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، اور یہ بیس رکعت ہے، نمازی ہر دو رکعت کے بعد بیٹھے گا اور سلام پھیرے گا، پس یہ پانچ ترویحے ہوئے، ہر چار رکعت کے بعد ایک ترویحہ۔

مذہب احناف:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے متبعین کے نزدیک بھی تراویح سنت مؤکدہ علی العین ہے اور یہ بیس رکعت ہے اور یہی مذہب جمہور ہے، بے شمار احادیث و آثار اس پر شاہد عدل ہیں، عمل صحابہ وتابعین سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

مبسوط سرخسی میں ہے: الفصل الأول فی عدد الرکعات: فانھا عشرون رکعۃ سوی الوتر قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی یصلی عشرین رکعۃ کما ھو السنۃ.

[ج: ۲، ص: ۱۴۴، فصل التراویح]

ترجمہ: فصل اول تراویح کی رکعت کے بیان میں : تراویح بیس رکعت ہے وتر کے علاوہ، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تراویح بیس رکعت پڑھے کہ یہ مسنون ہے۔

"البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے 'وسن فی رمضان عشرون رکعة بعد العشاء قبل الوتر وبعدہ بجماعة"

(ج:۲، ص:۴، صلاۃ التراویح)

ترجمہ: ماہ رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح سنت ہے عشا کے بعد وتر پڑھنے سے پہلے یا بعد میں جماعت سے پڑھی جائے۔

حاصل کلام:

ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ بات متفق ہے کہ تراویح بیس رکعت سے کم نہیں ہے، امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کے نزدیک تراویح بیس رکعت ہے، اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی باعتبار اصل تراویح بیس رکعت ہی ہیں البتہ اہل مدینہ، مکہ والوں کو دیکھ کر ان کی برابری کی غرض سے چھتیس رکعت پڑھتے تھے، یہ دیکھ کر چھتیس کا ہی قول کرتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں۔

تراویح کے بیس رکعت ہونے پر علما نے اجماع صحابہ واجماع تابعین نقل کیا ہے جس کی تفصیل عنقریب آئے گی، لہذا اب ان اجلہ ائمہ، کبارِ تابعین اور اجماع صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بالمقابل نام نہاد غیر مقلدین نماز سے چھٹکارہ پانے کے لیے ایک الگ ہی مذہب لے کر آئے ہیں کہ نماز تراویح صرف آٹھ رکعت ہے لیکن یہ آٹھ رکعات تراویح

انھیں کی پیداوار ہے جنھیں آتا جاتا خاک نہیں اور عمل بالحدیث کا جھوٹا دعویٰ کر کے تقلید ائمہ اربعہ کو شرک کہتے ہیں۔

بیس رکعت تراویح کا ثبوت

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ، معجم اوسط وکبیر للطبرانی، السنن الکبری للبیهقی اور مسند احمد کی روایت ہے، والفظ للأول:

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ: أَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُثْمَانَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ.

[مصنف ابن أبي شيبة، كم يصلى فى رمضان من ركعة، ج: ۲، ص: ۲۴، رقم الحديث ۷۶۹۲]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

نوٹ ! اس روایت میں ابراہیم بن عثمان پر کلام ہے، یہ ابوبکر بن ابی شیبہ کے دادا ہیں، اور یہ غیر قوی ہیں جیسا کہ محدثین نے اس کی صراحت فرمائی ہے، ابن عبدالبر نے " الاستذکار " میں کہا "لیس بالقوی" لیکن یادر ہے کہ حدیث ضعیف بھی تائید کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے اور یہ تقویت کا کام دیتی ہے۔

لیکن حیرت ہے! کہ جو کام پہلی، دوسری صدی سے لیکر اب تک محدثین نے نہ کیا، وہ ناصر الدین البانی نے کر دکھایا، وہ یہ کہ اس حدیث کے موضوع ہونے کا حکم لگا دیا، اپنی کتاب "ارواء الغلیل" میں لکھ مارا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ جبکہ محدثین میں سے کسی

نے اس کے موضوع ہونے کا حکم نہیں لگایا۔ پتہ نہیں ان صاحب کو کہاں سے القا ہو گیا کہ اس کو موضوع کہہ دیا۔

(۲) موطا امام مالک، السنن الکبری للبیھقی، شعب الایمان وغیرہ کی روایت ہے، و الفظ للأول۔

حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ أَنَّهُ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً فی رمضان.

[مؤطا امام مالک، کتاب الصلاۃ فی رمضان، باب الترغیب فی الصلوۃ فی رمصان، ج: ۱، ص: ۴۷۸]

ترجمہ: یزید بن رومان سے مروی ہے، فرماتے ہیں: لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان میں (مع وتر) تئیس رکعت نماز پڑھتے تھے۔

(۳) ''امام بیہقی نے السنن الکبری میں علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں، حافظ ابن حجر نے فتح الباری، میں امام ولی الدین عراقی نے "طرح التثريب في شرح التقريب" میں ذکر کیا، امام عراقی نے یہ بھی فرمایا: اسناده صحیح

عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً " قَالَ: " وَكَانُوا يَقْرَءُونَ بِالْمِئِينِ، وَكَانُوا يَتَوَكَّئُونَ عَلَى عِصِيِّهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ "

[السنن الکبری، باب ما روی في عدد ركعات القيام في شهر رمضان، ج: ۲، ص: ۶۹۸، رقم الحدیث ۴۲۸۸]

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے، مزید فرمایا:

لوگ سو سے زائد آیتوں والی سورتیں پڑھتے تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ شدت قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگالیا کرتے تھے۔

(۴) عن أبي بن كعب أن عمر بن الخطاب أمره أن يصلي بالليل في رمضان فقال: إن الناس يصومون النهار ولا يحسنون أن يقرأوا فلو قرأت عليهم بالليل، فقال: يا أمير المؤمنين هذا شيء لم يكن، فقال: قد علمت ولكنه حسن فصلى بهم عشرين ركعة.

[كنز العمال، صلاة التراويح، ج:۸، ص:۴۱۰، رقم الحديث، ۲۳۴۷۶]

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو حکم دیا کہ لوگوں کو رمضان کی راتوں میں نماز پڑھاؤ چونکہ لوگ دن میں روزہ رکھتے ہیں اس لیے قرآن اچھے سے نہیں پڑھ سکتے لہذا بہتر ہوگا کہ رات میں تم ان پر قرآن پڑھا کرو، حضرت ابی بن کعب نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! یہ وہ کام ہے جو اس سے پہلے نہ ہوا تھا، تو آپ نے فرمایا: میں جانتا ہوں، لیکن یہ اچھا کام ہے، پھر حضرت ابی بن کعب نے لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائی۔

(تنبیہ) اس حدیث شریف میں بھی صراحت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت ابی بن کعب نے لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائی لیکن کسی نے انکار نہیں کیا، اور انکار بھی کیوں کر ہوتا جبکہ یہی فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی تھا، اور کبار صحابہ کا عمل بھی یہی تھا، نیز اس میں اس بات کی بھی کتنی واضح اور روشن دلیل ہے کہ ہر بدعت ضلالت و گمراہی نہیں ہوتی، دیکھو کس طرح حضرت ابی بن کعب کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ بدعت تو ہے، لیکن وہ بدعت نہیں جس کو شریعت نے ضلالت و گمراہی بتایا بلکہ یہ

بدعت حسنہ ہے، تو کیا اب ان کو یہ نہیں دکھتا کہ ہر بدعت گمراہی نہیں، کیا اس حدیث پر ان کی نظر نہیں؟ ضرور ہے! ضرور ہے! لیکن یہ جان بوجھ کر اندھے بنے ہوئے ہیں۔

(۵) سنن کبریٰ للبیہقی کی روایت ہے: عَنْ أَبِي الْحَسْنَاءِ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ "أَمَرَ رَجُلًا أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ خَمْسَ تَرْوِيحَاتٍ عِشْرِينَ رَكْعَةً.

(ج:۲، ص:۶۹۹، رقم الحدیث، ۴۲۹۲)

ترجمہ: حضرت ابوالحسنا سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحہ یعنی بیس رکعت نماز پڑھائے۔

اسی طرح امام بیہقی نے حضرت ابوعبدالرحمٰن سُلمی کی روایت ذکر کی:

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَعَا الْقُرَّاءَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ عِشْرِينَ رَكْعَةً قَالَ: وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُوتِرُ بِهِمْ، رُوِيَ ذَلِكَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ عَلِيٍّ.

[السنن الکبری ج:۲، ص:۶۹۹ رقم الحدیث، ۴۱۹۱]

ترجمہ: ابوعبدالرحمن سُلمی سے مروی ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے ماہ رمضان میں قراء کو بلایا، پھر ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے، اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ ان کو وتر پڑھایا کرتے تھے۔ یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(۶) مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے: ''حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي الْحَسْنَاءِ، أَنَّ عَلِيًّا أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِهِمْ فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً.

ترجمہ: ابن ابوالحسنا سے روایت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت نماز تراویح پڑھائے۔

[مصنف، باب کم یصلی فی رمضان من رکعة ج: ۲، ص: ۱۶۳، رقم الحدیث ۷۶۸۲]

اس کے بعد امام ابوبکر ابن ابی شیبہ نے عبدالعزیز بن رفیع والی روایت ذکر کی:

حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَسَنٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ: كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عِشْرِينَ رَكْعَةً، وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ.

ترجمہ: عبدالعزیز بن رفیع سے مروی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مدینہ شریف میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

(۷) مصنف عبدالرزاق کی روایت ہے:

عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، وَغَيْرِهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، " أَنَّ عُمَرَ: جَمَعَ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَعَلَى تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَلَى إِحْدَى وَعِشْرِينَ ركعة يَقْرَءُونَ بِالْمِئِينَ.

[مصنف عبدالرزاق، باب قیام رمضان، ج ۴، ص: ۲۶۰]

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں لوگوں کو ابی بن کعب، اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کے پیچھے بیس رکعت تراویح پر جمع فرمایا۔

(۸) سنن کبریٰ للبیھقی اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے:

رُوِّينَا عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّهُمْ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاث.

[السنن الکبری، باب روی فی عدد رکعات القیام في شهر رمضان، ج: ۲، ص: ۴۹۹، رقم

[الحدیث: ۴۲۹]

ترجمہ: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت شتیر بن شکل کے بارے میں مروی ہے کہ وہ رمضان المبارک میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

(9) ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّونَ ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ.

[مصنف، باب کم یصلی فی رمضان من رکعة، ج: ۲، ص: ۱۶۳، رقم الحدیث ۷۶۸۸]

ترجمہ: حضرت عطا سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں نے لوگوں کو وتر کے ساتھ تیئس رکعت نماز پڑھتے پایا۔

بیس رکعت تراویح پر اجماع صحابہ:

مذکورہ بحث میں متعدد احادیث کریمہ سے ثابت ہوا کہ تراویح بیس رکعت ہی ہے، اس کے علاوہ بھی کثیر احادیث کریمہ وآثار صحابہ وارد ہیں جن سے اسی امر کا ثبوت ہوتا ہے، صحابہ کرام کا تراویح کے بیس رکعت ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔

محقق علی الاطلاق ملا علی قاری نے فرمایا: اجمع الصحابة علی أن التراویح عشرون رکعة.

[مرقاۃ المفاتیح - باب قیام شھر رمضان، ج: ۳، ص: ۹۳]

ترجمہ: صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

اوجز المسالک شرح مؤطا مالک میں ہے کہ جو بات سنت سے ثابت ہوگئی، جو حکم مسلسل رہا، صحابہ وتابعین اور بعد والوں کے درمیان جو مشہور ہے وہ یہی کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

امام احمد قسطلانی نے ارشاد الساری شرح بخاری میں فرمایا:

وقد عدوا ما وقع فی زمن عمر رضی اللہ عنہ کالاجماع.

ترجمہ: عہد فاروقی میں پیش آنے والے امور کو علما نے اجماع کی مانند مانا ہے۔

[ج:۳، ص:۴۲۶، باب فضل من قام رمضان]

امام ترمذی فرماتے ہیں: واکثر اھل العلم علی ماروی عن عمر و علی و غیرھما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ وھو قول الثوری، وابن المبارك والشافعي، وقال الشافعي: ولماذا ادرکت ببلدنا بمکۃ یصلون عشرین رکعۃ

[سنن الترمذي، باب ما جاء فی قیام شھر رمضان، رقم الحدیث ۸۰۶]

ترجمہ: اکثر اہل علم کا مذہب یہ ہے جو حضرت عمر فاروق، حضرت مولیٰ علی اور ان کے علاوہ کثیر صحابہ سے مروی ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے، اور یہی قول سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک اور امام شافعی کا ہے۔ نیز امام شافعی نے فرمایا: اسی طرح میں نے اہل مکہ کو بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

یہی عمل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی ہے، امام اعمش آپ کے متعلق فرماتے ہیں: کان یصلی عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث. کہ حضرت عبداللہ بن مسعود وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے "الاستذکار" میں بیس رکعت تراویح پر اجماع صحابہ نقل کیا ہے، آپ فرماتے ہیں: من غیر خلاف بین الصحابۃ. (ج:۵، ص:۱۵۲)

ہم غیر مقلد اہل حدیث فرقے سے کہتے ہیں کہ خود اپنے گھر کی خبر لو اور دیکھو کہ آپ کے مرشد اعظم ابن تیمیہ حرانی نے بھی تراویح کے بیس رکعت ہونے پر اجماع صحابہ کا قول کیا

ہے، ''مجموع فتاوٰی'' میں ہے

''فانه قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعة فی قیام رمضان ویوتر بثلاث فرای کثیر من العلماء ان ذلک هو السنة لانه اقامه بین المهاجرین والانصار ولم ینکره منکر

(ج:۲۳، ص:۱۱۳)

ترجمہ: پس ثابت ہوا کہ حضرت ابی بن کعب رمضان المبارک میں لوگوں کو بیس رکعت نماز (تراویح) پڑھواتے تھے اور پھر وتر پڑھاتے تھے لہذا اکثیر علما کی رائے ہوئی کہ یہی سنت ہے اس لئے کہ حضرت ابی بن کعب نے تمام صحابہ مہاجرین و انصار کے مابین نماز تراویح بیس رکعت پڑھائی لیکن کسی بھی صحابی نے انکار نہیں کیا۔

آٹھ رکعات تراویح کے دلائل اور ان کے جواب

(1) صحیح بخاری و صحیح ابن حبان کی روایت ہے، ابوسلمہ بن عبد الرحمن سے مروی ہے، امام بخاری فرماتے ہے:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ سَعِيدٍ المَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، كَيْفَ كَانَتْ صَلاَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ: مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلاَ فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلاَثًا فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ قَالَ: يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلاَ يَنَامُ قَلْبِي.

[صحیح بخاری، باب فضل من قام رمضان، ج:۳، ص:۴۵، رقم الحدیث ۲۰۱۳]

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے مروی ہے، انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رمضان المبارک میں نماز کیسی تھی؟ آپ نے فرمایا: رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، چار رکعت ایسی پڑھتے کہ ان کے حسن وطول کے بارے میں مت پوچھو، پھر چار رکعت پڑھتے کہ ان کے حسن وطول کا مت پوچھو، اس کے بعد تین رکعت پڑھتے تھے، ام المومنین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سوجاتے ہیں ؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا ہے۔

آٹھ رکعت تراویح کے قائلین، عمل بالحدیث کا دم بھرنے والے یہ حدیث پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے، اور غیر رمضان میں وہی تہجد ہوجاتی تھی کیوں کہ تہجد پڑھتے تھے، تہجد اور تراویح ایک ہی چیز ہے۔

لیکن لطف کی بات تو یہ ہے کہ اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر تین رکعت پڑھتے تھے لیکن غیر مقلدین صرف وتر ایک رکعت ہی پڑھتے ہیں، تو یہ نصف حدیث پر ایمان رکھتے ہیں اور نصف کو چھوڑ دیتے ہیں، جب تراویح کی بات آئے تو بخاری بخاری کی رٹ لگاتے ہیں، لیکن وتر کی بات ہو تو اسی بخاری کی اسی حدیث کا اگلا جزء نظر نہیں آتا ہے، خود کو اہل حدیث کہتے ہیں لیکن ایک مکمل حدیث پر تک عمل نہ سکے۔

اب اس حدیث کے متعدد جوابات ذکر کئے جاتے ہیں۔

(ا) اس حدیث پاک پر غور کریں تو معلوم ہوجائے گا کہ اس سے نماز تہجد مراد ہے، کیا حدیث کے الفاظ نہیں دیکھتے؟ "ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ" اس سے صاف

واضح ہے کہ ام المومنین ایسی نماز کے متعلق بتارہی ہیں جو حضور پوری سال ادا فرماتے تھے اور وہ نماز تہجد ہی ہے نہ کے تراویح، کیوں کہ یہ تو آپ بھی مانتے ہو کہ تراویح پورے سال نہیں پڑھی جاتی ہیں۔

حدیث پاک کے یہ الفاظ "قالت عائشة:فقلت:یا رسول اللهﷺ! اتنام قبل ان توتر .فقال :یا عائشة:ان عینیّ تنامان ولا ینام قلبی"

کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی ، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! کیا آپ وتر ادا کرنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا ہے، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہوا کہ یہ وہ نماز تھی جسے حضور رات کے آخری حصے میں سونے کے بعد اٹھ کر ادا فرماتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو "باب صلاۃ الیل" یعنی نماز تہجد کے باب میں ذکر فرمایا ہے، اور اسی طرح امام بخاری "باب قیام النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ" میں اس حدیث کو لائے ہیں۔

رہا یہ کہنا کہ امام بخاری اس حدیث کو "باب فضل من قام رمضان" میں کیوں لائے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں بیان فضیلت مقصود ہے نہ کہ بیان عدد جیسا کہ دیگر شواہد سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تہجد سے متعلق ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذکر کردہ تعداد رکعت کی جو ام المومنین سے مروی ہے، نہایت عمدہ حکمت بیان کی ہے جس سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ حدیث ام المومنین میں تہجد ہی مراد ہے۔

آپ فتح الباری میں فرماتے ہیں"وظهر لی ان الحکمة فی عدم الزیادة علی احدی عشرة ان التهجد والوتر مختص بصلاة اللیل و فرائض النهار، الظهر وهی اربع والعصر وهی اربع والمغرب وهی ثلاث وتر النهار فناسب ان تکون صلاة اللیل کصلاة النهار فی العدد جملة و تفضیلا"

[فتح الباری، قوله باب کیف صلاة اللیل و کم شکان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصلی، ج:۳، ص: ۲۱]

ترجمہ: اور مجھ پر ظاہر ہو گیا کہ گیارہ رکعت پر اضافہ نہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ تہجد اور وتر رات کی نماز اور دن کی فرض نماز کے ساتھ مختص ہیں: ظہر چار رکعت، عصر چار رکعت اور مغرب تین رکعت جو کہ دن کے وتر ہیں تو مناسب ہوا کہ رات کی نماز دن کی نماز کے عدد میں پوری طرح برابر ہو جائے۔

اسی طرح حافظ ابن حجر ام المومنین سے مروی تیرہ رکعت کی حکمت بھی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں"واما مناسبة ثلاث عشرة فیصیر صلاة الصبح لکونها نهاریة الی ما بعدها"

[فتح الباری، باب کیف صلاة اللیل و کم کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصلی باللیل]

اور رہی تیرہ رکعت کی مناسبت سے تو وہ تمام فجر کو ملا کر ہے، کیوں کہ نماز فجر اپنے بعد کی نمازوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے نہاری (دن کی نماز) ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں تراویح مراد نہیں بلکہ تہجد ہے تو اب اس سے تراویح مراد لینا اور یہ کہنا کہ تہجد اور تراویح ایک ہی چیز ہے، کھلی جہالت ہے۔

تہجد اور تراویح میں فرق:

تہجد اور تراویح میں متعدد وجوہ سے فرق ہے۔

اول : تہجد میں تداعی نہیں یعنی نماز پڑھنے کے لیے بلایا نہیں جاتا ہے۔ جبکہ تراویح میں تداعی ہوتی ہے، پیچھے گزرا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع فرمایا تھا۔

دوم: تہجد کی مشروعیت مکہ مکرمہ میں ہوئی اور اس کی مشروعیت پر نص قرآنی ہے،

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا .

[پ:۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت:۷۹]

ترجمہ: اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد کرو، یہ خالص تمہارے لیے زیادہ ہے، قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری تعریف کریں۔

اور تراویح کی مشروعیت مدینہ طیبہ میں ہوئی، اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سنت لکم قیامه'' کہ میں نے اس کے قیام کو جاری کیا، یاد رہے کہ اس میں یہ تاویل نہیں چل سکے گی کہ اللہ پاک کے نازل کردہ حکم کا عملی طریقہ حضور پاک نے بیان فرمایا، اس لئے حدیث پاک میں بصورت تقابل ارشاد ہوا ''ان اللہ تبارك و تعالیٰ فرض صیام رمضان علیکم و سننت لکم قیامه'' کہ اللہ پاک نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے اور میں نے اس کا قیام (تراویح) تم پر جاری کیا۔

سوم : تہجد کا وقت سونے کے بعد ہے، اس کے لیے سونا بھی شرط ہے اور تراویح کا وقت بعد عشا قبل نوم ہے اس کے لیے سونا شرط نہیں ہے۔ محدثین نے دونوں کے لیے الگ الگ باب بھی قائم کیئے اور ہر ایک میں الگ الگ حدیثیں لائے ہیں تو اگر دونوں ایک ہی

چیز ہیں تو الگ الگ باب قائم کر کے الگ الگ حدیثیں کیوں لائے؟

چھارم: نماز تہجد پہلے فرض تھی، اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ''فاقرؤا ما تیسر من القرآن'' سے منسوخ ہوگئی تو اب دوبارہ فرضیت کا اندیشہ نہ رہا، جبکہ حضور اقدس ﷺ قیام لیل (تراویح) پر مداومت نہ فرمائے تھے کہ کہیں قیام لیل فرض نہ ہوجائے اور پھر امت اس کی استطاعت نہ رکھ سکے تو معلوم ہوا کہ تہجد اور تراویح ایک چیز نہیں بلکہ دونوں الگ الگ ہیں۔

پنجم: فقہ حنبلی کی معتبر کتاب ''المقنع لابن قدامه'' میں ہے ''ثم التراویح وھی عشرون رکعة یقوم بھا فی رمضان فی جماعة و یوتر بعدھا فی الجماعة فان کان له تھجد جعل الوتر بعدہ''

[ص:۵۸، باب: صلاۃ التطوع]

ترجمہ: پھر نماز تراویح، اور وہ بیس رکعت ہے جس کو رمضان المبارک میں جماعت کے ساتھ ادا کرے پھر اس کے بعد وتر جماعت سے پڑھے اور اگر تہجد پڑھنا چاہے، تو اب تہجد کے بعد وتر پڑھے۔

اب ان دلائل سے روشن ہوا کہ تراویح اور تہجد دو الگ الگ چیزیں ہیں تو اب دونوں کو ایک کہنا یہ حدیث کے معانی و مفاہیم کو سمجھنے سے دوری اور جہالت سے ناشی ہے۔

بیس رکعت تراویح پر اجماع امت:

المستدرک للحاکم کی روایت ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: لایجمع الله ھذہ الامة علی الضلالة ابدا، وقال: ید الله علی الجماعة فاتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار.

[ج: ۱ ص: ۱۹۹، رقم الحدیث ۳۹]

ترجمہ: اللہ پاک اس امت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا، اور یہ بھی فرمایا: اللہ کا دست قدرت جماعت پر ہے تو سواد اعظم (بڑی جماعت) کی پیروی کرو، جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

اس حدیث نے یہ واضح فرمادیا کہ بڑی جماعت کا اتباع کرو، اور وہی حق پر ہے اور جو اس سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا، مسئلہ تراویح میں غور کرو تو معلوم ہوگا کہ سواد اعظم اجماع صحابہ اور اجماع امت ایک طرف اور دوسری طرف یہ مختصر سی ٹولی جو ابھی ڈیڑھ سو سال کے بعد وجود میں آئی ہے، ماقبل میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ بیس رکعت تراویح پر اجماع صحابہ ہے اب یہاں اس بات کو ثابت کریں گے کہ تراویح کے بیس رکعت ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے۔

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی "ماثبت من السنة في ايام السنة" میں فرماتے ہیں کہ صدر اول زمانۂ صحابہ سے لیکر اب تک جس پر امت کا اتفاق ہے وہ بیس رکعت (تراویح) ہیں۔

۲۔ ملا علی قاری "فتح باب العنايه بشرح النقابه" میں اجماع کا قول کرتے ہوئے فرماتے ہیں :استقر الامر على العشرين فانه المتوارث فصار اجماعا لما روى البهيقى باسناد صحيح، انهم كانوا يقيمون على عهد عمر بعشرين ركعة و على عهد عثمان و على رضى الله عنهم.

[ج: ١ ص: ٣٢٣، كتاب الصلاة فصل في صلاة التراويح]

یعنی: بیس رکعت پر معاملہ قرار پایا اس لیے کہ یہی حکم زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے پس یہ اجماع ہو گیا اس روایت کی بنا پر جیسے امام بیہقی نے سند صحیح سے روایت کیا ہے کہ لوگ

(صحابہ کرام وغیرہ) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور اسی طرح حضرت عثمان غنی وحضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی بیس ہی رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

۳۔امام عبدالوہاب شعرانی نے فرمایا: "التراویح عشرون رکعة والوتر واستقر الامر علی ذلك فی الامصار: تراویح وتر کے علاوہ بیس رکعت ہیں پھر فرمایا کہ تمام بلادوامصار میں اسی پر اتفاق ہوگیا۔

۴۔امام بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری میں اجماع کا قول کرتے ہوئے فرمایا: "وهذا كالا جماع"

۵۔امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا: "اعلم ان صلاة التراويح سنة باتفاق العلماء وهي عشرون ركعة" کہ تراویح بالاتفاق سنت ہے اور وہ بیس رکعت ہے، بے شمار دلائل وبراہین اوراجماع صحابہ واتفاق علما شاہد ہیں کہ تراویح بیس رکعت ہے پھر بھی یہ مختصر سی ٹولی الگ راہ چل کر "من شَذَّ شُذ فی النار" کی مصداق ہوتی ہے، نیز اس پر سینہ زوری یہ کہ وہی حق پر ہیں اوران کے علاوہ جو آٹھ سے زائد پڑھتے ہیں وہ سب بدعتی ہیں، بتاؤ! کیا یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر اجلۂ صحابہ کرام کو بدعتی کہنا نہیں ہے؟

مخالفین کی دوسری دلیل

(۲) أَخۡبَرَنَا عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ مُحَمَّدٍ الۡأَزۡدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسۡحَاقُ بۡنُ إِبۡرَاهِيمَ، قَالَ: أَخۡبَرَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهۡرَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعۡقُوبُ الۡقُمِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بۡنُ جَارِيَةَ، عَنۡ جَابِرِ بۡنِ عَبۡدِ اللّٰهِ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فِي

شَهْرِ رَمَضَانَ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ وَأَوْتَرَ، فَلَمَّا كَانَتِ الْقَابِلَةُ اجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ،وَرَجَوْنَا أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْنَا، فَلَمْ نَزَلْ فِيهِ حَتَّى أَصْبَحْنَا، ثُمَّ دَخَلْنَا فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ،وَرَجَوْنَا أَنْ تُصَلِّيَ بِنَا. فَقَالَ: إِنِّي خَشِيتُ أَوْ كَرِهْتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمُ الْوِتْرُ.

(ج:٦، ص:١٧٠، ذكر الخبر الدال على ان الوتر ليس بفرض، رقم الحديث ٢٢٤٩)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان المبارک میں ایک دن آٹھ رکعت نماز اور وتر پڑھائے، پھر جب اگلی رات آئی تو ہم سب جمع ہوئے اس امید پر کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے مابین تشریف لائیں گے، ہم صبح تک انتظار کرتے رہے پھر ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ! ہم لوگ مسجد میں اس امید پر جمع ہوئے کہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے خوف ہوا کہ کہیں تم پر تراویح فرض نہ ہو جائے۔

فائدہ: اس حدیث پاک میں میں "ان یکتب علیکم الوتر" یعنی کہیں تراویح تم پر فرض نہ ہو جائے، اس میں وتر سے صلاۃ اللیل (تراویح) ہی مراد ہے جیسا کہ اس کی تفصیل علامہ بغوی نے شرح السنہ میں بیان فرمائی ہے۔ پھر آپ نے اسحاق بن ابراہیم سے نقل کر کے ایک روایت ذکر کی جس کے الفاظ یہ ہیں "اوتروا یا اھل القرآن" اور وتر سے قیام اللیل مراد لیا۔

اب اصل بحث کی طرف آتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو قائلین آٹھ رکعت، اپنے دعوی میں پیش کرتے ہیں پھر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس روایت سے آٹھ رکعت کا ثبوت ہوتا ہے۔

لیکن یہ روایت کسی طرح سے بھی ان کے دعویٰ پر کھری نہیں اترتی ہے، اس میں ایک راوی عیسیٰ بن جاریہ ہیں جن پر محدثین نے سخت کلام کیا، اور ان کی تضعیف کی ہے اور اس حدیث کی سند کا انھیں پر دار مدار ہے،

امام ذہبی کہتے ہیں کہ امام یحیٰ معین نے فرمایا: ''عنده مناكير'' کہ ان کے پاس منکر روایتیں ہیں۔ [الميزان]

امام نسائی نے فرمایا: وہ منکر الحدیث ہیں، نیز ان کے متروک ہونے کا بھی قول کیا۔

امام ابوداود نے فرمایا: منکر الحدیث

آثار السنن میں ہے کہ امام نووی نے فرمایا: منکر الحدیث۔

[اوجز المسالک، ج: اول، ۵۳]

''تہذیب التہذیب''میں حافظ ابن حجر نے فرمایا: کہ امام آجری نے ابوداؤد سے نقل کیا کہ عیسیٰ بن جاریہ منکر الحدیث ہے۔ ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ''لا اعرفه''یعنی میں ان کو نہیں جانتا ہوں، ان کے پاس منکر احادیث ہیں اور میں کہتا ہوں: ساجی اور عقیلی نے ان کو ضعفاء میں شمار کیا ہے اور ابن عدی نے اس کی احادیث کو غیر محفوظ بتایا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج: ۱، ص: ۲۰۰، من اسمہ عیسیٰ)

عیسیٰ بن جاریہ پر یہ سخت کلام کیا گیا۔ صرف عنده مناکیر یا روی مناکیر ہی پر بس نہ کیا گیا بلکہ محدثین نے ان کو منکر الحدیث، اور متروک بھی کہا ہے۔

جب راوی پر اتنا کلام ہے تو اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے، اور رہی وہ روایت جو اس کے بالمقابل ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول

اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس رکعت تراویح ادا فرمائیں، تو وہ اس سے اولیٰ ہے کیونکہ اگر چہ اس میں ابراہیم بن عثمان پر کلام ہے، لیکن اس روایت کی تائید آثار صحابہ سے ہو رہی ہے، چونکہ جمہور صحابہ متفق ہیں کہ تراویح بیس ہی رکعت ہے۔

مزید یہ کہ عیسیٰ بن جاریہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں منفرد ہیں، دیکھو! امام طبرانی یہی عیسیٰ بن جاریہ کی روایت نقل کرنے کے بعد کیا فرماتے ہیں؟ آپ فرماتے ہیں: "لا یروی عن جابر بن عبد اللہ الا بھذا الاسناد" کہ یہ روایت حضرت جابر سے ان کے علاوہ کسی دوسری سند سے مروی نہیں ہے۔

(۳) شرح معانی الآثار، موطا امام محمد، اور السنن الکبری للنسائی کی روایت ہے،

حَدَّثَنَا يُونُسُ, قَالَ: أنا ابْنُ وَهْبٍ أَنَّ مَالِكًا حَدَّثَهُ.وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرَةَ, قَالَ: ثنا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ, قَالَ:ثنا مَالِكٌ, عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ, عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ,قَالَ:أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيمًا الدَّارِيَّ أَنْ يَقُومَا لِلنَّاسِ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً. قَالَ: فَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ بِالْمِئِينَ حَتَّى يَعْتَمِدَ عَلَى الْعَصَا مِنْ طُولِ الْقِيَامِ.

[شرح معانی الآثار ج: ۱، ص، ۲۹۳، باب الوتر]

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت تراویح پڑھائیں، پھر قاری سو سے زائد آیتوں والی سورت پڑھتا تھا یہاں تک کہ طول قیام کے سبب لوگ اپنے لاٹھیوں پر ٹیک لگا لیتے تھے۔

اس حدیث پاک کو اگر میزان انصاف پر تولا جائے تو یہ بھی دعوی پر کھری نہیں اترتی

ہے،اس لیے کہ اس کی سند کے راوی محمد یوسف ہیں، اوران سے روایت کرنے والے ان کے پانچ شاگرد ہیں ،مزید لطف یہ ہے کہ ان پانچوں نے الگ الگ روایت کی ہے، کسی نے گیارہ رکعت تراویح کی روایت کی،تو کسی نے تیرہ کی، اور کسی نے اکیس رکعت کی بھی روایت کی ہے لہذا اب یہ حدیث مضطرب ہے اور مضطرب روایتوں سے استدلال ناکافی ہے۔

محمد بن یوسف کے پانچ شاگرد یہ ہیں : امام مالک ، یحیٰ بن سعید، عبدالعزیز بن محمد، محمد بن اسحاق، داؤد بن قیس۔

(۱) مصنف عبدالرزاق کی روایت ہے، درود بن قیس انھیں محمد بن یوسف کی سند سے حضرت سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں:

ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه جمع الناس فی رمضان علی ابی بن کعب وعلی تمیم الداری علی احدی وعشرین رکعة

یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں لوگوں کو ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیس رکعت پر جمع فرمایا۔

(۲) ان کے علاوہ ایک روایت حارث بن عبدالرحمن سے مروی ہے جو کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ ابن عبدالبر نے اس کو ذکر فرمایا، اس روایت میں ہے کہ حضرت سائب بن یزید نے فرمایا: کان القیام علی عهد عمر بثلاث وعشرین رکعة.

(۳) محمد بن اسحاق بھی محمد بن یوسف سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سائب بن یزید نے فرمایا:

كنا نصلی فی زمان عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی رمضان ثلاث عشرة رکعة.

یعنی ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان المبارک میں تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔

[عمدۃ القاری، ج: ۱۱، ص: ۱۲۷، باب فضل من قام رمضان]

اس کے علاوہ باقی محمد بن یوسف کے تین شاگرد گیارہ رکعت کی روایت کرتے ہیں۔

لیکن ان کے متن میں اضطراب ہے لہذا اب یہ حدیث مضطرب المتن بھی ہوئی، اور مضطرب السند بھی اور حدیث مضطرب سے استدلال کافی نہیں۔

بعض محدثین نے یہ بھی توضیح کی، اور دونوں طرح کی روایتوں میں تطبیق دینے کی کوشش کی کہ جن روایات میں گیارہ یا تیرہ کا ذکر ہے، وہ ابتدا کا معاملہ تھا، ان میں لوگ بہت لمبی لمبی قراءت کرتے تھے جیسا کہ حدیث پاک میں صراحت آئی ہے کہ سوسو آیتوں سے زائد پڑھتے تھے حتی کہ لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے تھے۔ اس کے بعد لوگوں کی حالت دیکھتے ہوئے قراءت کو مختصر کر دیا گیا اور تعداد رکعت کو بڑھا دیا گیا، اور اب ان احادیث پر عمل ہے جن میں بیس رکعت تراویح یا مع الوتر تیئیس رکعت کا ذکر ہے، یہ توضیح علامہ زرقانی، علامہ عینی، ابن عبد البر اور امام باجی وغیرہ نے کی ہے۔

بیس رکعت تراویح کی احادیث پر اعتراضات اور انکے جواب

پہلا اعتراض:

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ اور معجم اوسط و کبیر کی روایت جو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کی تفصیل گزر چکی،

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر.

یعنی رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں ایک راوی ابراہیم بن عثمان ہیں جن کی وجہ سے یہ روایت ضعیف اور نا قابل عمل ہے۔

ہاں! اس حدیث کے راوی ابراہیم بن عثمان پر کلام کیا گیا ہے، محدثین نے ان پر جرح کی ہے، ابن عبدالبر مالکی نے "الاستذکار" میں لیس بالقوی کہا، وہیں دوسری طرف بعض محدثین نے ان کی تعدیل بھی کی ہے،

حافظ ابن حجر نے ان کو حافظ کہا، امام ابن عدی نے کہا "له احادیث صالحة"

ترجمہ: ان کی احادیث درست ہیں۔

"تہذیب التہذیب" میں یہ بھی ہے:

عن یحیی بن معین قال: قال یزید بن هارون: ما قضی علی الناس رجل فی زمانه اعدل فی قضائه منه.

[ج: ۱، ص: ۱۴۵، ذکر من اسم ابراهیم]

اسی میں ہے: وکان یزید علی کتابته ایام قاضیا وقال ابن عدی له احادیث صالحة وهو خیر من ابراهیم بن ابی حیه (حوالہ سابق)

ترجمہ: یحیٰ بن معین سے مروی ہے کہ یزید بن ہارون نے کہا: ابراہیم بن عثمان کے زمانے میں کوئی قاضی ان سے بڑھ کر عادل نہیں تھا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون ان کے قاضی ہونے کے زمانے میں ان کے کاتب تھے۔

چندروز کے لیے کاتب بھی تھے،ابن عدی نے فرمایا:"له احادیث صالحة"اور وہ ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہیں۔

اب اس گفتگو سے یہ ثابت ہوا کہ ابراہیم بن عثمان، ابراہیم بن حیہ سے زیادہ ثقہ ہیں جبکہ ابراہیم بن حیہ ثقہ ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ عثمان دارمی نے یحیٰ بن معین سے نقل کیا'انه قال شیخ ثقة کبیر قضا فی اللسان"

[التعلیق الحسن، ج: ۲، ص: ۵۶]

اب ابراہیم بن عثمان کے بارے میں تعدیل بھی آئی ہے تو محض جرح کو دیکھتے ہوئے روایت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے، اگر ان کو ضعیف بھی مان لیا جائے پھر بھی تو حدیث ضعیف تلقی بالقبول اور عمل سلف صالحین سے قوی ہو جاتی ہے، درجہ حسن تک بلکہ کبھی صحیح لغیرہ تک پہنچ جاتی ہے اور ہم پیچھے بیس رکعت تراویح ہونے پر اجماع صحابہ و اجماع امت نقل کر آئے ہیں تو اب اس روایت کو ضعیف کہہ کر کیوں کر نظر انداز کیا جا سکتا ہے، خصوصا جب کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ و دیگر اجلۂ صحابہ کرام کی روایات اس کی تائید میں ہیں۔

دوسرا اعتراض:

(۲)"یزید بن خصیفة بن السائب بن یزید" والی روایت پر بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اس حدیث میں ہے حضرت سائب بن یزید نے فرمایا: لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے جبکہ امام مالک نے محمد بن یوسف سے روایت کی، اور انھوں نے سائب بن یزید سے اس کے الفاظ یہ ہیں: قال: امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیم الداری ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعة (مؤطامالک)

کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا۔

اب بیس رکعت والی کے سلسلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تقریر ہے جبکہ گیارہ رکعت والی حدیث میں آپ کا حکم ہے اور حکم تقریر پر مقدم ہوگا۔

یہ بھی کہا گیا کہ یہ بیس رکعت یا اکیس یا تئیس والی روایات یہ سب اقوال وافعال صحابہ ہیں اور گیارہ رکعت پر خود فعل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تو فعل رسول کے مقابل اقوال وافعال صحابہ کو مقدم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی وجہ سے فعل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑا جائے گا۔

جواب: امام مالک عن محمد بن یوسف والی حدیث اگر چہ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حکم ہے لیکن اس کی حقیقت بھی تو دیکھو کہ یہ حدیث مضطرب ہے جیسا کے پوری تفصیل ما قبل میں ذکر کی گئی کہ انھیں محمد بن یوسف سے روایت کرنے والے ان کے پانچ شاگرد ہیں اور الگ الگ روایت کر رہے ہیں ،ان کے متن میں بھی اختلاف ہے لہذا یہ حدیث اضطراب سے خالی نہیں۔

الاستذکار میں ابن عبدالبر نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ اس حدیث میں امام مالک کے علاوہ کسی نے گیارہ رکعت تراویح کی روایت کی ہو، واللہ اعلم

مزید فرمایا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ گیارہ رکعت کا حکم ابتدا کا ہو کیونکہ اس وقت لمبی لمبی قراءت کرتے تھے پھر قراءت میں تخفیف کر کے تعداد رکعت بڑھا دی گئی ہوں، اس کے بعد فرمایا میرے نزدیک غالب یہی ہے کہ گیارہ رکعت والی روایت میں وہم ہے۔ اس کے بعد کئی روایات ذکر کیں جن میں گیارہ سے زائد کا حکم ہے آخر میں آپ نے پھر

فرمایا:"وهذا كله يشهد بأن الرواية باحدى عشرة ركعة وهم و غلط وان الصحيح ثلاث وعشرون واحدى وعشرون ركعة، والله اعلم.

یعنی: یہ تمام روایات اسی بات کو بتاتی ہیں کہ گیارہ رکعت والی روایت وہم اور غلط ہے، اور صحیح روایت تئیس اور اکیس رکعت والی ہے واللہ اعلم۔

[الاستذکار، ج:۵، ص:۱۵۴]

فائدہ: اس میں جو وہم کا قول کیا گیا یہ وہم محمد بن یوسف کی جانب سے مانا جائے گا نہ کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اس لیے کہ آپ کی طرف اس کی نسبت کرنا بعید ہے، و۔

(اوجز المسالک)

اور یہ اعتراض کرنا کہ بیس رکعت تراویح والی روایات سب اقوال و افعال صحابہ کرام ہیں، ان کے سبب فعل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں چھوڑا جا سکتا ہے، یہ بے جا اور صرف عوام الناس کو لبھانے کے لیے ہے کہ وہ دیکھ لیں کہ یہ فعل نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتے ہیں نا کہ آپ کے صحابہ کے اقوال و افعال پر۔لیکن اب تو یہ اعتراض ان اجلۂ صحابہ کرام پر آتا ہے کہ انہوں نے فعل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کیوں کی؟ معاذ اللہ کیا یہ کہا جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل کے خلاف صحابہ کرام نے اجماع کر لیا؟ ہر گز نہیں، صحابہ کرام کا بیس رکعت پر جمع ہو جانا یقیناً اس بات کی دلیل ہے کہ حضور پاک کا گیارہ رکعت والا فعل یا تو تہجد کے لئے تھا نہ کہ تراویح کے لیے یا یہ ابتدائے زمانہ کا فعل تھا اس کے بعد یہ باقی نہ رہا جیسا کہ محدثین نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

فائدہ: باب ناسخ و منسوخ میں بیان کیا جاتا ہے کہ اجماع صحابہ یہ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ناسخ ہے، اس سے یہ ہر گز مراد نہیں کہ صحابہ کرام کے اجماع سے

حدیث رسول منسوخ ہو جائے گی بلکہ پوری امت مل کر بھی قول رسول یا فعل رسول کو منسوخ نہیں کر سکتی ہے، البتہ اجماع صحابہ حدیث رسول کے منسوخ ہونے پر دلیل بنتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ صحابہ کرام کا کسی حدیث رسول کے خلاف اجماع کر لینا یہ دلیل ہے کہ حضور پاک کا یہ فعل منسوخ ہو چکا ہے ورنہ کسی بھی صحابی کے متعلق یہ گمان بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول یا فعل کے خلاف عمل کیا ہو چہ جائے کہ اس کے خلاف اجماع صحابہ ہو جائے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی اصل موجود تھی تبھی انہوں نے اس کا حکم دیا۔

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے "روی اسد بن عمرو عن ابی یوسف قال: سألت أبا حنیفة عن التراویح وما فعله عمر فقال التراویح سنة مؤکدة ولم یتخرصه عمر من تلقاء نفسه ولم یکن فیه مبتدعا ولم یامر به الا عن اصل لدیه و عهد من رسول الله صلی الله علیه وسلم

[ج: ۲، ص: 40، باب صلاة التراویح]

ترجمہ: اسد بن عمرو نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا: میں نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تراویح اور اس سے متعلق فعلِ حضرت عمر کے بارے میں پوچھا؟ آپ نے فرمایا: تراویح سنت مؤکدہ ہے، اس کو حضرت عمر نے اپنی جانب سے ایجاد نہ کیا اور نہ ہی اس بارے میں وہ موجد ہیں، آپ نے یہ حکم کسی دلیل یا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنیاد پر دیا تھا۔

صحابہ کرام نہایت محتاط تھے، کسی بھی مسئلہ میں جب تک حدیث نہ مل جاتی تب تک سکون نہ پاتے اور نہ ہی محض اپنے قیاس پر عمل کرتے تھے اسی لیے تو حضور نے ان کے بارے میں

فرمایا:"علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدین" کہ اے لوگو! تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑلو، اسی طرح، سنن ترمذی وسنن ابن ماجہ کی حدیث پاک ہے ،"اقتدوا باللذین من بعدی أبی بکر و عمر" کہ میرے بعد ابوبکر وعمر کا اتباع کرو۔

[سنن ترمذی، ج:۵، ص: ۶۹، رقم الحدیث:۳۶۶۳]

اب بتاؤ کہ حضور پاک جن صحابہ کرام کی اتباع کا حکم دیں اور جن کے حکم کو سنت قرار دیں تو ان کے متعلق کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف حکم دیا ہو۔

جب کہ شان عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو یہ ہے کہ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! مقام ابراہیم یعنی وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی) جب اتنا مقدس ہے تو کیوں نہ ہم اس کو مصلیٰ بنالیں ؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی بات پسند آئی لیکن فرمایا: اے عمر! ہمیں اس کا حکم نہ دیا گیا، اللہ اکبر آفتاب ابھی ڈوبا بھی نہ تھا کہ حضرت عمر فاروق کی موافقت میں آیت کریمہ نازل ہوگئی "واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی" یعنی ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ۔

امام سیوطی فرماتے ہیں: اکیس آیتیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت میں نازل ہوئیں، اب بتایئے اتنے جلیل القدر صحابی اور دیگر اجلۂ صحابہ کی جماعت کیسے فعل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اجماع کرسکتی ہے؟

تیسرا اعتراض:

(۳) السنن الکبری للبیھقی والی روایت جس کو ابو الحسنا نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ

سے روایت کیا: ان علی بن ابی طالب امر رجلا ان یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعة.

ترجمہ: حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو پانچ ترویحے کے ساتھ بیس رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

اس میں ایک راوی ابوالحسنا پر کلام کیا اور کہا کہ یہ مجہول ہے، اور حضرت علی سے ابوالحسنا کی ملاقات ثابت نہیں لہذا یہ حدیث منقطع پائی اور حدیث منقطع قابل استدلال نہیں ہوسکتی ہے۔

جواب: حافظ ابن حجر نے ابوالحسنا کے متعلق تہذیب التہذیب میں فرمایا: روی عن الحکم بن عتبة عن حنش عن علی فی الاضحیة وعنه شریك النخعی.

[ج:۱۲، ص:۷۵، من کنیته ابو الحسناء]

ترجمہ: ابوالحسنا نے حکم بن عتبہ سے، انھوں نے حنش سے اور حنش نے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی، اور ابوالحسنا سے روایت کرنے والے شریک نخعی ہیں۔

یہاں یہ یاد رہے کہ یہ ابوالحسنا جو دو واسطوں سے حضرت مولیٰ علی سے روایت کرتے ہیں یہ دوسرے ہیں جبکہ ہماری ذکر کردہ حدیث میں ابوالحسنا دوسرے ہیں، جو ابوالحسنا دو واسطوں سے مولیٰ علی سے روایت کرتے ہیں ان کے شاگردوں میں شریک نخعی آتے ہیں جنھوں نے "کتاب الاضحیة" میں روایت کی اور ہماری ذکر کردہ حدیث میں جو ابوالحسنا ہیں ان کے شاگرد عمرو بن قیس اور ابوسعید ہیں، جب دونوں مختلف ہیں تو عدم سماع کا حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے اس لیے کہ یہ ابوالحسنا حضرت علی کے شاگرد ہیں اور وہ دوسرے ابوالحسنا حکم بن عتبہ کے شاگرد ہیں۔

اور مجہول ہونے کا حکم لگانا بے جا ہے چونکہ ابوالحسنا سے آپ کے دو شاگردوں نے روایت کی ہے، جن کا نام عمرو بن قیس اور ابوسعید ہے تو راوی کا مجہول العین ہونا باطل، کیوں

کہ مجہول العین اس راوی کو کہتے ہیں جس سے صرف ایک ہی شخص روایت کرے اور یہاں روایت کرنے والے دو ہیں! اب رہا مستور ہونا تو اگر دیگر روایات سے تائید ہو جائے تو یہ بھی مقبول ہے، اس کی تائید میں عبد الرحمن سُلمی، شتیر بن شکل کی روایت موجود ہے جو صراحت کر رہی ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بیس رکعت نماز تراویح پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

غیر مقلدین کے یہاں اقوال وافعال صحابہ رضی اللہ عنہم حجت نہیں

مذکورہ تفصیل سے واضح ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تراویح کا خاص اہتمام نہ تھا اور نہ ہی حضور نے باضابطہ طور پر جماعت کے ساتھ پڑھائی، وجہ یہ تھی کہ کہیں یہ فرض نہ ہو جائے پھر امت کے لیے دشواری ہو جائے گی اور وہ اس کی طاقت نہ رکھ سکے گی البتہ اس کی ترغیب دیتے تھے جیسا کہ کئی حدیثوں میں اس کی کی تفصیل آئی ہے۔

اس کے بعد عہد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال فرما جانے کے بعد طرح طرح کے فتنے اٹھے جس کے سبب آپ کی توجہ اس جانب زیادہ تھی کیونکہ ان کا سد باب کرنا نہایت ضروری تھا، تو اس بارے میں زیادہ فرصت نہ مل سکی لیکن جب عہد فاروق اعظم آیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس جانب خاص طور سے توجہ دی اور کئی مسائل جو خود صحابہ کرام کے مابین مختلف فیہ تھے ان میں آپس میں بیٹھ کر اتفاق کر کے ایک قول پر اجماع کر لیا، انھیں میں ایک مسئلہ تراویح کا تھا کہ لوگ مختلف طور پر تراویح پڑھتے تھے، اس کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا لیکن حضرت عمر فاروق نے ایک امام کے پیچھے بیس رکعت تراویح پر لوگوں کو جمع فرما دیا، اور دیگر صحابہ کرام نے اس کو قبول کر لیا، کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔

اس کے بعد تابعین و تبع تابعین سے لے کر زمانۂ حال تک کے لوگ بیس رکعت تراویح ہی پڑھتے چلے آئے ہیں، ماضی قریب میں نام نہاد اہل حدیث جو کہ عبادت سے دوری چاہتے ہیں، انھوں نے سوچا کہ حضور کے زمانہ میں تو اس اہتمام کے ساتھ تراویح کا طریقہ تھا نہیں، اور صحابہ کی بات ماننا کوئی ضروری نہیں ہے، نہ ہی ان کا اجماع قابل اعتبار ہے، ان تمام خیالات اور باطل نظریات کو سامنے رکھ کر اقوال وافعال صحابہ کا بھی انکار کر بیٹھے۔

اب یہاں ان کی چند عبارتیں پیش کی جاتی ہیں جو بتاتی ہیں کہ صحابہ کرام کے اقوال و افعال حجت نہیں ہیں۔

صدیق حسن بھوپالی نے اپنی کتاب ”عرف الجادی“ میں لکھا ہے۔ صحابہ کرام کے افعال واقوال دلیل بنانے کے قابل نہیں، اگرچہ صحیح سندوں کے ساتھ ہی کیوں نہ مروی ہوں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان کا پابند بنایا [حرف الجادی، ص: ۸، طبع بھوپال]

ایک اور غیر مقلد مولوی محمد صاحب جوناگڑھی اپنی کتاب ”طریق محمدی“ میں لکھتے ہیں ”پس آؤ سنو! صاف صاف موٹے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم نے ان میں غلطی کی اور ہمارا اور آپ کا اتفاق ہے کہ فی الواقع ان مسائل کے دلائل سے حضرت فاروق بے خبر تھے۔ [طریق محمدی، ص: ۴۱]

فتاوی نذیریہ میں ان کے شیخ الکل فی الکل لکھتے ہیں: اگر حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر کا یہ فتوی صحیح بھی ہے تب بھی اس سے دلیل پکڑنا درست نہیں ہے اس لئے کہ صحابی کا قول حجت نہیں۔ [فتاوٰی نذیریہ، ص: ۳۵۰]

عرف الجادی میں یہ بھی ہے ”اگر گفتگو ہے تو یہ ہے کہ صحابہ کرام کی رائے قبول نہیں

ہے، ''تنویر الآفاق'' میں غیر مقلد رئیس احمد لکھتے ہیں: ظاہر ہے کہ کسی نص کے خلاف ان دونوں جلیل القدر صحابہ کے موقف کو لائحہ عمل اور حجت شرعیہ کے طور پر دلیل راہ نہیں بنایا جا سکتا ہے اور یہ ظاہر بھی ہے کہ چونکہ بطریق معتبر ثابت ہے کہ ان دونوں جلیل القدر صحابہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے نصوص شرعیہ کے خلاف موقف مذکور اختیار کر لیا تھا اس لیے صرف ان دونوں صحابہ کو نصوص کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے۔

[تنویر الآفاق، ص: ۸۷]

نیز ایک جگہ یہ لکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن کے حکم کو بدل ڈالا ''**العیاذ باللہ**'' چناں چہ اس کی عبارت تنویر الآفاق میں یہ ہے: موصوف عمر کی خواہش و تمنا بھی یہی تھی کہ قرآنی حکم کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ہی قرار دیں مگر لوگوں کی غلط روی روکنے کی مصلحت کے پیش نظر موصوف نے باعتراف خواہش اس قرآنی حکم میں موصوف نے ترمیم کر دی، کہ تین قرار پانے لگیں۔

اس کے علاوہ بے شمار ان لوگوں کی عبارتیں ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اقوال و افعال صحابہ کرام کے منکر اور صحابہ کے گستاخ ہیں، آپ خود فیصلہ کرو کہ جو یہ کہے کہ حضرت عمر نے قرآن کے حکم کو بدل ڈالا تو وہ مسئلہ تراویح میں کیوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بات تسلیم کرے گا۔

اگر حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مراد تراویح ہو تب بھی آٹھ میں انحصار باطل ہے۔

آپ کے بقول اگر ہم آٹھ رکعت تراویح کے مدعین سے کہتے ہیں کہ ام المؤمنین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث "ما کان یزید في رمضان ولا في غیرہ علی أحدی عشرۃ رکعۃ" میں تراویح ہی مراد ہے، تب بھی تراویح کو آٹھ رکعت میں منحصر کرنا باطل ہے۔ کیونکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی ایک دوسری حدیث مروی ہے، اور وہ بھی اسی بخاری شریف میں موجود ہے جس کا تم شب و روز نعرہ لگاتے ہو، اس حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے "حدثنا عبد الله بن یوسف قال: مالك عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی الله عنها قلت : كان رسول الله صلى الله علیه وسلم یصلی باللیل ثلاث عشرة ركعة ثم یصلي اذا سمع النداء بالصبح ركعتین خفیفتین.

[باب ما یقرأ في رکعتی الفجر: ج ۲ ص ۵۷ رقم الحدیث ۱۱۷۰]

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات میں تیرہ رکعت نماز ادا فرماتے تھے پھر جب صبح کی اذان سنتے تو دو ہلکی رکعتیں (سنت فجر) پڑھتے تھے۔

لہذا اس اعتبار سے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کی دونوں حدیثوں سے جو کہ دونوں بخاری شریف کی ہیں، یہ ثابت ہوا کہ کبھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گیارہ رکعت ادا فرماتے تو کبھی تیرہ رکعت ادا فرماتے، اور اس بات کی صراحت بھی شارحین حدیث بالخصوص حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے کہ "والصواب ان کل شیء ذکرته من ذلك محمول علی اوقات متعددة واحوال مختلفة بحسب النشاط وبیان الجواز"

([فتح الباری ج:۳،ص: ۲۱، باب کیف صلاۃ اللیل]

یعنی درست یہی ہے جو میں نے ذکر کیا کہ وہ مختلف حالات اور متعدد اوقات پر محمول ہے حسب نشاط اور بیان جواز کے لیے۔

جب معاملہ یہ ہے تو تراویح کا آٹھ رکعت میں انحصار باطل ہو گیا۔

''تحفة الاحوذی'' میں خود عبدالرحمن مبارک پوری غیر مقلد نے اس بات کو تسلیم کیا ہے اور ثابت مانا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تیرہ رکعت تراویح بھی پڑھا کرتے تھے، اس نے لکھا: " انه قد ثبت ان رسول الله ﷺ کان یصلی ثلث عشرة رکعة سوی رکعتی الفجر "یعنی یہ بات ثابت ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رات میں سنت فجر کے علاوہ تیرہ رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

یہاں ایک وہم ہو سکتا تھا کہ تیرہ رکعت والی روایت میں سنت فجر کو شامل کر کے تیرہ کی تعداد آئی لیکن عبدالرحمٰن مبارک پوری نے اس وہم کو بھی دور کر دیا کہ نہیں نہیں، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سنت فجر کے علاوہ تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔

اب بتاؤ! تم کہاں سے اہل حدیث ہو گئے، خود ہی بخاری کی ایک حدیث پر عمل کرتے ہو اور اسی بخاری کی دوسری حدیث کو چھوڑتے ہو، صرف اسی پر بس نہیں بلکہ بخاری شریف کی آٹھ رکعت والی روایت میں بھی مکمل حدیث پر عمل نہیں کرتے بلکہ نصف ٹکڑے کو لیتے ہو کہ وہ تمہاری خواہش کے مطابق ہے اور دوسرا نصف کہ جس میں تین رکعت وتر کا ذکر ہے اس کو چھوڑ دیتے ہو، یہ کہاں کا انصاف اور کہاں کا عمل بالحدیث ہے؟

لیکن مقام افسوس یہ ہے کہ خود تو جھوٹ بولتے ہیں اور دوسروں کی طرف بھی اس کی نسبت کرتے ہیں، لفظ تراویح کی تخصیص کے ساتھ حدیث ام المؤمنین میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تراویح آٹھ رکعت پڑھا کرتے تھے، لیکن یہ غیر مقلدین یہ ثابت

کرنے کے خواہاں رہتے ہیں کہ ام المومنین نے فرمایا کہ حضور پورا سال آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے، تو بتاؤ یہ ام المؤمنین کی جانب ایسی نسبت کرنا کتنی بڑی جسارت ہے!

تراویح کے آٹھ رکعت میں منحصر نہ ہونے پر آپ کے گھر کی دلیل

امام غیر مقلداں، مولوی نور الحسن بھوپالی نے اپنی کتاب عرف الجادی جو کہ فارسی میں ہے، اس میں لکھا ہے ''بالجملہ عدد معین در مرفوع نیامدہ۔

[حرف الجادی، ص: ۸۴]

کہ کسی حدیث مرفوع میں کوئی عدد معین نہیں ہے، لہذا اب بیس یا بیس سے زائد تراویح سے روکنا درست نہیں ہے۔

انھیں کی جماعت کے ایک معتبر عالم، مولوی غلام رسول صاحب جنھوں نے ان کی ہی جماعت کے ایک بڑے عالم محمد حسین بٹالوی کے رد میں اسی مسئلہ پر ایک پورا رسالہ بنام: ''رسالہ تراویح'' لکھا اور بھرپور تردید کی۔

چناں چہ مولوی غلام رسول لکھتے ہیں ''صحابہ وتابعین، چاروائمہ کرام (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ رضی اللہ عنہم'') اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور سے لے کر آج تک کے پورے دنیا کے تمام مسلمان بیس تراویح اور تین وتر کے قائل چلے آ رہے ہیں، مگر یہ غالی مفتی حد سے تجاوز کرتے ہوئے محض سینہ زوری سے بغیر کسی دلیل کے اسے اپنی طرف بدعت کہہ کر ان تمام مسلمانوں کے اس عمل کو بدعت اور مخالف سنت بلکہ زمانہ جاہلیت کے کفار و مشرکین کی مذموم تقلید کے مشابہ قرار دیتا ہے۔

[رسالہ تراویح، ص: ۲۸، ۵۲]

آپ تو ہر معاملہ میں علمائے حرمین طیبین زادھما اللہ شرفا و تعظیما اور ان کے عمل

کو دلیل بتاتے ہو، تو مسئلہ تراویح میں کیوں پیچھے ہو، آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ وہ لوگ بھی تراویح بیس رکعت پڑھتے ہیں، کیا اب ان کو دلیل نہ بناؤ گے۔

تمہارے پیشوا ابن تیمیہ، اور قاضی شوکانی نے بھی یہی لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تراویح کے بارے میں کوئی معین عدد ثابت نہیں، پھر تم کیوں آٹھ رکعت ثابت کرنے کے لیے ایڑی تک کا زور لگاتے ہو جبکہ تمہارے بڑوں نے صاف صاف لکھ دیا کہ کوئی معین عدد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں، اور ثابت کرنے والا خطا پر ہے۔

دیکھو فتاوی ابن تیمیہ: ومن ظن ان قیام رمضان فیه عدد موقت عن النبی صلی الله علیه وسلم لا یزاد فیه ولا ینقص منه فقد اخطأ

[ج: ۲۲، ص: ۲۷۲، باب ماثبت ان بعضه افضل من بعض]

ترجمہ: اور جس نے یہ گمان کیا کہ نماز تراویح کا کوئی عدد معین (تعداد رکعت) حضور علیہ السلام سے ثابت ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی تو اس نے خطا کی۔

قاضی شوکانی نے "نیل الاوطار" میں لکھا ہے" والحاصل ان الذی دلت علی احادیث الباب وما یشابهها هو مشروعیة القیام فی رمضان والصلاة فیه جماعة وفرادی.فقصر الصلاة المسماة بالتراویح علی عدد معین و تخصیصها بقراءة مخصوصة لم یرد به السنة.

(باب ما جاء في الصلاة بين العشائين و الدين، ج:۳، ص:۲۶)

ترجمہ: باب تراویح میں مروی احادیث کا حاصل یہ ہے کہ رمضان المبارک میں قیام مشروع ہے اور اس میں نماز جماعت سے یا تنہا پڑھی جائے باقی رہی بات اس کی متعین تعداد کتنی ہے؟ اور اس میں کتنی قراءت کی تو اس بارے میں سنت نبوی سے کچھ ثابت نہیں ہے۔

الحاصل:

حدیث ام المؤمنین جس میں گیارہ رکعت کی تعداد بیان کی گئی، اس سے نماز تہجد مراد ہے نا کہ تراویح، اوراس پر خود حدیث پاک کے الفاظ بھی دال ہیں،لہذا تہجد اورتراویح کو شئی واحد کہنا لاعلمی اورنری جہالت ہے کیونکہ دونوں میں بہت فرق ہے جیسا کہ دلائل سے واضح ہوا، اور اگر ”علی سبیل التنزل“ قول شما حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تراویح ہی مراد لے لی جائیں تب بھی اس حدیث کو آٹھ رکعت تراویح میں منحصر کرنا اور یہ کہنا کہ تراویح صرف آٹھ رکعت ہے، یہ بھی جہالت سے ناشی ہے کیوں کہ ایک دوسری حدیث بھی بخاری کے حوالے سے تفصیل سے گزری جس میں صراحت ہے۔ کہ حضور پاک تیرہ رکعت ادا فرماتے تھے اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا آٹھ رکعت تراویح کا قول کرنا اور حدیث ام المؤمنین کو دلیل بنا کر شور مچانا درست ہے؟ فتدبروا۔

نصیحت آموز لطیفہ:

روز قیامت اللہ تبارک وتعالیٰ جب حساب لے گا، اور نماز کی بات آئے گی تو اگر بالفرض آٹھ ہی رکعت تراویح نکلیں تو بیس رکعت پڑھنے والوں سے اللہ پاک پوچھے گا کہ جب آٹھ رکعت تراویح تھی تو بیس کیوں پڑھیں تو عرض کریں گے کہ مولیٰ ہمارے پاس تیرے حبیب کی صحیح حدیثیں موجود تھیں جن کی بنا پر بیس پڑھیں تو اگر وہ تیری بارگاہ میں صحیح نہ ہو تو التجا کرتے ہیں کہ ہماری بیس رکعت میں سے آٹھ رکعت قبول فرمالے اور بارہ رکعت ہمیں عطا فرما تو یقینا رب تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت کاملہ کے ذریعہ ہمارے عریضہ کو قبول

فرمائے گا لہذا ہمارا بیس رکعت پڑھنا ہمیں ضرر نہ دے گا۔

لیکن جب آٹھ رکعت پڑھنے والے غیر مقلدوں کی باری آئے گی تو رب فرمائے گا کہ جب تراویح بیس رکعت تھی اور میرے صحابہ بیس رکعت پڑھتے تھے تو تم کو کونسی چیز مانع تھی کہ تم نے بیس رکعت چھوڑ کر آٹھ رکعت ہی پڑھی۔

تو یہ غیر مقلدیں کہاں سے کمی پوری کریں گے۔ ان کے پاس حزن و ملال کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔

٭٭٭٭٭

مصادر و مراجع

اسمائے کتب	مصنف	سن وفات
القرآن الكريم		
صحيح البخاري	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ
صحيح المسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری	۲۶۱ھ
القاموس المحیط	امام مجدالدین ابوطاہر فیروز آبادی	۸۱۷ھ
.البرہان فی علوم القرآن	امام بدرالدین زرکشی	۷۹۴ھ
اوجز المسالک الی موطا امام مالک	زکریا کاندھلوی	۱۳۱۵ھ
الاختیار لتعلیل المختار	ابوالفضل عبداللہ بن محمود موصلی حنفی	۶۸۳ھ
سنن ابی داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵ھ

مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل	۲۴۱ھ
غنیة الطالبین	حضور غوث الاعظم، شیخ عبد القادر جیلانی	۵۶۱ھ
شرح مسلم	ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی	۶۷۶ھ
المجموع شرح الهذب	ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی	۶۷۶ھ
کتاب الام	ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی	۲۰۴ھ
المغنی	امام موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ	۵۶۲ھ
المدونة	امام مالک بن انس اصبحی برور یۃ سحنون بن سعد	۱۷۹ھ
نیل المآرب بشرح دلیل الطالب	شیخ عبد القادر بن عمر شیبانی تغلبی	۱۱۳۵ھ
کتاب المبسوط	علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی	۴۸۳ھ
البحر الرائق شرح کنز الدقائق	علامہ زین الدین ابن نجیم	۹۷۰ھ
مصنف ابن ابی شیبہ	امام عبداللہ محمد بن ابی شیبہ	۲۳۵ھ
المعجم الاوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	۳۶۰ھ
المعجم الکبیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	۳۶۰ھ
السنن الکبریٰ	امام احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸ھ
الاستذکار	امام ابن عبدالبر	۴۶۳ھ
المؤطا للامام مالک	امام مالک بن انس اصبحی	۱۷۹ھ
شعب الایمان	امام احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸ھ
عمدة القاری شرح صحیح البخاری	علامہ بدرالدین عینی	۸۵۵ھ

طرح التثریب فی شرح التقریب	زین الدین ابوالفضل عبدالرحیم عراقی	۸۶۳ھ
کنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی	۹۷۵ھ
مصنف عبد الرزاق	امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی	۲۱۱ھ
فتح الباری شرح صحیح البخاری	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
مرقاۃ المفاتیح شرہ مشکاۃ المصابیح	ملا علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴ھ
ارشاد الشار لشرح صحیح البخاری	امام شہاب الدین قسطلانی	۹۲۳ھ
سنن الترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۲۹ھ
مجموعۃ الفتاوٰی	ابن تیمیہ حرانی	۷۲۸ھ
صحیح ابن حبان	امام ابن حبان بستی	۳۵۴ھ
المقنع لابن قوامہ	حافظ ابن قدامہ حنبلی	۶۲۰ھ
تحفۃ الاحوذی فی شرح جامع الترمذی	عبدالرحمن مبارکپوری	۱۳۵۳ھ
عرف الجادی	مولوی نورالحسن بھوپالی	
رسالہ تراویح	مولوی حسین بٹالوی	۱۳۳۸ھ
نیل الاوطار	قاضی محمد علی بن شوکانی	۱۲۵۰ھ
المستدرک علی الصحیین	حافظ ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری	۴۰۵ھ
ما ثبت من السنۃ فی ایام السنۃ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ

فتح باب العناية بشرح الفقاية	ملا علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴ھ
میزان الاعتدال فی نقد الرجال	حافظ ابوعبداللہ شمش الدین ذہبی	۷۴۸ھ
سنن النسائی	امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی	۳۰۳ھ
آثار السنن	علامہ محمد بن علی نیموی	۱۳۲۲ھ
تہذیب التہذیب	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
شرح معانی الآثار	امام ابوجعفر طحاوی	۳۲۱ھ
مؤطا امام محمد	امام محمد بن حسن شیبانی	۱۸۹ھ
التعلیق الحسن	علامہ محمد بن علی نیموی	۱۳۲۲ھ
سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	۲۷۳ھ
طریق محمدی	مولوی جونا گڑھی	
فتاوٰی نذیریہ	مولوی نذیر حسین دہلوی	۱۳۲۰ھ
تنویر الآفاق	مولوی رئیس احمد	

ہماری مطبوعات

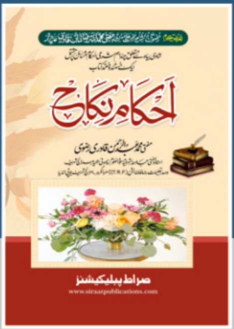

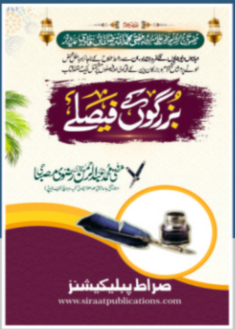

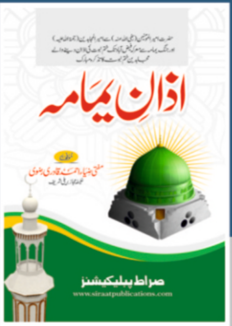

656455259787

SIRAAT PUBLICATIONS

+919927187748 +919927187748

Siraat Publications Siraat Studio

siraatpublications@gmail.com

www.siraatpublications.com